إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ رسالہ مؤلفہ جناب مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم نانوتوی

مزیل التباس و موضح اثر ابن عباس مسمی

تحذیر الناس

۱۳۰۹

بتصحیح مولوی محمد فضل الرحمن و محمد جمیل الدین و محمد الیاس سلمہ اللہ تعالی

باہتمام جناب مولوی حافظ محمد عبد الاحد صاحب

مطبع مجتبائی دہلی میں طبع ہوا

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ خاتم النبیین وسید المرسلین وآلہ
وصحبہ اجمعین بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم
کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا
بایں معنی ہے کہ آپکا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن
ہوگا کہ تقدم یا تأخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ
النَّبِيّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ
کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تأخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا
ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسیکو یہ بات گوارا نہوگی کہ اسمیں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ
گوئی کا وہم ہے آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف
میں جنکو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اسکو ذکر کیا اور ونکو ذکر نکیا دوسرے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے
ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں اعتبار نہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے باقی یہ احتمال
کہ یہ دین آخری دین تھا اسلئے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل جھوٹے دعوی کر کے خلائق کو گمراہ
کرینگے البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے پر جملہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ اور جملہ وَلٰكِنْ
رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ میں کیا تناسب تھا جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ
اور دوسرے کو استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام
معجز نظام میں متصور نہیں اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا تو اسکے لئے اور بیسیوں موقع تھے بلکہ بنائے خاتمیت
اور بات پر ہے جس سے تأخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی
دوبالا ہو جاتی ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم
ہو جاتا ہے جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے موصوف بالذات
کا وصف جسکا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب اور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہین علما دین اس باب مین کہ زید نے بہ تتبع ایک عالم کے جسکی تصدیق ایک مفتی مسلمین نے
بھی کی تھی دربارہ قول ابن عباسؓ جو درمنثور وغیرہ مین ہے ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض
آدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراہیم کابراہیمکم وعیسیٰ کعیساکم ونبی کنبیکم
کے یہ عبارت تحریر کی کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ حدیث مذکور صحیح اور معتبر ہے اور زمین کے طبقات جدا جدا
ہین اور ہر طبقے مین مخلوق الٰہی ہے اور حدیث مذکور سے ہر طبقے مین انبیا کا ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن
اگرچہ ایک ایک خاتم کا ہونا طبقات باقیہ مین ثابت ہوتا ہے مگر اوسکا مثل ہونا ہمارے خاتم النبیین صلعم
کے ثابت نہین اور نہ یہ میرا عقیدہ ہے کہ وہ خاتم مماثل آنحضرت صلعم کے ہون اسلیئے کہ اولاد آدم
جسکا ذکر وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ مین ہے اور سب مخلوقات سے افضل ہے وہ اسی طبقے اولاد آدم
کی اولاد ہے بالاجماع اور ہمارے حضرت صلعم سب اولاد آدم سے افضل ہین تو بلاشبہ آپ تمام خلائق
سے افضل ہوئے پس دوسرے طبقات کے خاتم جو مخلوقات مین داخل ہین آپکے مماثل کسی طرح
نہین ہوسکتے انتہے اور باوجود اس تحریر کے زید یہ کہتا ہے کہ اگر شرع سے اسکے خلاف ثابت ہوگا تو مین
اوسی کو مان لونگا میرا اصرار اس تحریر پر نہین پس علماء شرع سے استفسار یہ ہے کہ الفاظ حدیث ان معنوں
کو محتمل ہین یا نہین اور زید بوجہ اس تحریر کے کافر یا فاسق یا خارج اہل سنت وجماعت سے ہوگا
یا نہین بینوا توجروا۔

مگر اسکے ساتھ یہ بھی اہل فہم جانتے ہین کہ نبوت کمالات علمی مین سے ہے کمالات عملی مین سے نہین
اس لئے کمالات ذوی العقول کل دو کمالون مین منحصر ہین ایک کمال علمی دوسرا کمال عملی اور بناء مدح
کمال انہی دو باتون پر ہے چنانچہ کلام اللہ مین چار فرقون کی تعریف کرتے ہین نبیین اور صدیقین اور شہدا
اور صالحین جنمین سے انبیاء اور صدیقین کا کمال تو کمال علمی ہے اور شہدا اور صالحین کا کمال کمال عملی انبیا
کو تو منبع العلوم اور فاعل اور صدیقین کو مجمع العلوم اور قابل سمجھئے اور شہداء کو منبع العمل اور فاعل اور صالحین
کو مجمع العمل اور قابل خیال فرمایئے دلیل اس دعوی کی یہ ہے کہ انبیا اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہین تو
علوم ہی مین ممتاز ہوتے ہین باقی رہا عمل اوسمین بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہین بلکہ بڑھ
جاتے ہین اور اگر قوت عملی اور ہمت مین انبیا امتیون سے زیادہ بھی ہون تو یہ معنی ہوئے کہ مقام شہادت
اور وصف شہادت بھی اونکو حاصل ہے مگر کوئی ملقب ہوتا ہے تو اپنے اوصاف غالبہ کے ساتھ
ملقب ہوتا ہے مرزا جان جاناں صاحبؒ اور شاہ غلام علی صاحبؒ اور شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ
اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ چارون صاحب جامع بین الفقر والعلم تھے پر مرزا صاحب اور شاہ
غلام علی صاحب تو فقیری مین مشہور ہوئے اور شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب علم
مین وجہ اسکی یہی ہوی کہ اونکے علم پر تو اونکی فقیری غالب تھی اور اونکی فقیری پر اونکا علم اگرچہ اونکے
علم سے اونکا علم یا اونکی فقیری سے اونکی فقیری کم ہو سو انبیا مین علم عمل سے غالب ہوتا ہے اگرچہ
اونکے اعمال اور ہمت اور قوت اوروں کے عمل اور ہمت اور قوت سے غالب ہو بہرحال علم مین انبیا اورون
سے ممتاز ہوتے ہین اور مصداق نبوت وہ کمال علمی ہی ہے جیسا کہ مصداق صدیقیت بھی وہ کمال
علمی ہے چنانچہ لفظ نبأ اور صدق بھی جو ماخذ اوصاف مذکورہ ہے اس بات پر شاہد ہے نبأ خود خبر کو
کہتے ہین جو اقسام علوم یا معلوم مین سے ہے اور صدق اوصاف علم مین سے پر نبوت اور صدیقیت
مین وہی فرق فاعلیت وقابلیت ہے جو آفتاب و آئینہ مین وقت تقابل معلوم ہوتا ہے چنانچہ
وہ حدیث مرفوع قولی جسکا یہ مطلب ہے کہ جو میرے سینہ مین خدا نے ڈالا تھا مین نے ابوبکر رضہ
کے سینہ مین ڈالدیا اسپر شاہد ہے مگر جیسے نبی کو نبی اسلیئے کہتے ہین کہ خبردار یا خبردار کرنیوالا ہوتا ہے

مستعار نہین ہوتا مثال درکار ہے تو لیجے زمین و کہسار اور در و دیوار کا نور اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب
کا نور کسی اور کا فیض نہین اور ہماری غرض وصف ذاتی ہونیسے اتنی ہی تھی باینہمہ یہ وصف اگر آ
ذاتی نہین تو جسکا تم کہو وہی موصوف بالذات ہوگا اور اوسکا نور ذاتی ہوگا کسی اور سے مکتسب ا
اور کا فیض نہوگا الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہوجاتا ہے چنانچہ
خدا کے لئے کسی اور خدا کے نہونے کی وجہ اگر ہے تو یہی ہے یعنی ممکنات کا وجود اور کمالات وجود سب
عرضی یعنی بالعرض ہین اور یہی وجہ ہے کہ کبھی موجود کبھی معدوم کبھی صاحب کمال کبھی یکسان رہتے ہین
اگر یہ امور مذکورہ ممکنات کے حق مین ذاتی ہوتی تو یہ انفصال و اتصال نہوا کرتا علی الدوام وجود اور
کمالات وجود ذات ممکنات کو لازم ملازم رہتے سو اسیطور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت
کو تصور فرمایئے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہین اور سوا آپکے اور نبی موصوف بوصف نبوت
بالعرض اورونکی نبوت آپکا فیض ہے پر آپکی نبوت کسی اور کا فیض نہین آپ پر سلسلہ نبوت مختتم ہوجاتا ہے
غرض جیسے آپ نبی الامۃ ہین ویسے ہی نبی الانبیا بھی ہین اور یہی وجہ ہوی کہ بشہادت وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ
مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا
مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ الخ اور انبیاء کرام علیہ علیہم السلام سے آپ پر ایمان لانے اور آپکے اتباع
اور اقتداء کا عہد لیا گیا ادہر آپنے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر حضرت موسی بھی زندہ ہوتے تو میرا ہی اتباع کرتے
علاوہ برین بعد نزول حضرت عیسی کا آپکی شریعت پر عمل کرنا اسی بات پر مبنی ہے ادہر رسول اللہ صلعم
کا یہ ارشاد کہ علمت علم الاولین والآخرین بشرط فہم اسی جانب مشیر ہے شرح اس معما کی یہ ہے کہ اس
ارشاد سے ہر خاص و عام کو یہ بات واضح ہے کہ علوم اولین مثلاً اور ہین اور علوم آخرین اور لیکن وہ سب
علوم رسول اللہ صلعم مین مجتمع ہین سو جیسے علم سمع اور ہے اور علم بصر اور پر با این ہمہ قوت عاقلہ در
نفس ناطقہ مین یہ سب علوم مجتمع ہین ایسے ہی رسول اللہ صلعم اور انبیاء باقی کو سمجھیے پر ظاہر ہو کہ سمع و
بصر اگر مدرک و عالم ہین تو بالعرض ہین ورنہ مدرک حقیقی اور عالم تحقیقی وہ عقل او نفس ناطقہ ہی ہے اسیطرح
سے عالم حقیقی رسول اللہ صلعم ہین اور انبیاء باقی اور اولیاء اور علماء گذشتہ و مستقبل اگر عالم ہین تو بالعرض ہین

علمه ایسا عام ہے کہ تمام علوم اور کتب کو شامل یہ بات اور بھی موجہ ہو جاتی ہے کہ نبوت کمالات علمی
ن سے ہے اور آپ جامع العلوم ہین اور انبیاء باقی جامع نہین غرض جو بات حدیث علمت علم الاولین
سے ثابت ہوئی تھی مع شئے زائد آیہ مذکورہ سے ثابت ہے سوایک تو یہی بات زائد ہے کہ نبوت
کمالات علمی مین سے ہونا اس سے ظاہر ہے کیونکہ رسول کی صفت مین یہ فرمانا کہ مصدق لما معکم جو
بجرم منجملہ کمالات علمی ہے کیونکہ تصدیق علم ہی سے متصور ہے اس جانب مشیر کہ اوس رسول کا علم
یسا عام ہو گا پھر بایں ہمہ لفظ رسول ہے باین نظر کہ زبان عربی مین پیغامبر کو کہتے ہین اور پیغام منجملہ
امر علوا ہی ہوتا ہے جو بیشک از قسم علوم ہے اسپر دال ہے اور عہد کا لینا جس سے آپکا نبی الانبیا ہونا
بت ہوتا ہے پہلے ہی معروض ہو چکا علاوہ برین حدیث کُنتُ نَبِیًّا وَّادَمُ بَیْنَ الْمَاءِ
الطِّیْنِ بھی اسی جانب مشیر ہے کیونکہ فرق قدم نبوت اور حدوث نبوت باوجود اتحاد نوعی خوب
ب ہی چسپان ہو سکتا ہے کہ ایک جا یہ وصف ذاتی ہو اور دوسری جا عرضی اور فرق قدم و حدوث
ر دوام وعروض فہم ہو تو اس حدیث سے ظاہر ہے ہر کوئی سمجھتا ہے کہ اگر نبوت کا ایسا قدیم ہونا
مد آپ ہی کے ساتھ مخصوص نہوتا تو آپ مقام اختصاص مین یون نہ فرماتے علاوہ برین حضرات
بونیہ کرام کی یہ تحقیق کہ مربی روح محمدی صلعم تعین اول یعنی صفت علم ہے اور بھی اسکے مؤید ظاہر ہے
شاعر کی تربیت سے شعر آویگا اور طبیب کی تربیت سے فن طب محدث کی تربیت در بارہ
حدیث مفید ہو گی فقیہ کی دربارہ فقہ سو جسکی مربی صفت العلم ہو جو علم مطلق ہے مثل ابصار و اسماع
لم خاص و قسم خاص نہین تو لاجرم فرد تربیت یافتہ اعنی ذات پاک محمدی صلعم بھی علم مطلق مین
ما مشال ہو گی اور ظاہر ہے کہ مطلق مین تمام حصص خاصہ جو مقیدات میں ہوتی ہین مندرج ہوتے ہین
و یہی بعینہ مضمون علمت علم الاولین الخ ہے اور یہی وجہ ہوئی کہ معجزہ خاص جو ہر نبی کو مثل پروانہ تقرری
سند نبوت ملتا ہے اور بنظر ضرورت ہر وقت قبضہ مین رہتا ہے مثل عنایات خاصہ گہ دبگاہ کا
عطیہ ہین ہوتا ہمارے حضرت صلعم کو قرآن ملا جو تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ ہے تا کہ معلوم ہو کہ آپ اس
فن مین یکتا ہین کیونکہ ہر شخص کا اعجاز اوسی فن مین متصور ہے جس فن مین اور اوسکے شریک نہون او

صدیق کو صدیق اسلیئے کہتے ہین کہ اوسکی عقل بجز قول صادق قبول نہین کرتی قول صادق بے دلیل
اس طرح قبول کرلیتا ہے جیسے مٹھائی کو معدہ اور قول باطل سے اسطرح گھبراتا ہے اور اسطرح اوسکو
رد کرتا ہے جیسے مکھی کو معدہ رد کرتا ہے یہی تھا کہ صدیق اکبر کو ایمان لانےمین معجزہ کی ضرورت نہوئی
علی ہذالقیاس مصداق شہید بدلالت حدیث وہ شخص ہے جو اعلاء کلمۃ اللہ اور ترقی دین کے لیئے
جان دینے کو طیار ہو چنانچہ رسول اللہ صلعم سے جو کسی نے پوچھا کہ بعضے آدمی طمع مال مین لڑتے
ہین اور بعضے بوجہ عصبیت یعنی بوجہ قرابت و حمیت قومی اور بعضے بغرض نامور ی انمین سے شہید کون
ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا غرض شہادت
اس صورتین عوارض ہمت اور قوت عملی مین سے ہوئی اور شہید اول درجہ کا آمر بالمعروف اور ناہی
عن المنکر ہوا اور اسی وجہ سے شاید شہید کو شہید کہتے ہین یعنی بروز قیامت وہ شاہد ہوگا کہ فلانا شخص
حکم خدا مان گیا تھا اور فلانے نے نہین مانا کیونکہ اس بات کی اطلاع جیسے آمر بالمعروف اور ناہی
عن المنکر کو ہوسکتی ہے اتنی اورون کو نہین ہوسکتی اور اوسکی گواہی اس باب مین ایسی سمجھیے جیسے کسی
مقدمہ مین ملازمان سرکاری کی گواہی چنانچہ اس امت کے حق مین یہ فرمانا كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ
لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور ادھر یہ ارشاد وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ
اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ غور کیجیئے تو اسی جانب مشیر ہے غرض
شہید سے فیض عمل ہوتا ہے یعنی بھلے عمل اورون سے کراتا ہے اور برے عملون سے روکتا ہے سو جو شخص
اس سے مستفیض ہو وہ صالح ہے اور ظاہر ہے کہ اہتمام اعمال کے باب مین وہی کرسکتا ہے جو خود اعمال
مین پکا ہے سو بوسیلہ امر و نہی ہو یا بوسیلہ صحبت جس شخص کو افاضہ اعمال منظور ہو وہ تو شہید ہے اور
جو اوس سے مستفیض ہو وہ صالح جب یہ بات ذہن نشین ہوچکی تو خود معلوم ہوگیا ہوگا کہ جب نبوت کمالات
علمی مین سے ہوی اور دربارہ علم رسول اللہ صلعم موصوف بالذات ہوئی تو دربارہ نبوت بھی آپ موصوف
بالذات ہون گے اور آیہ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ الخ مین جو لفظ مصدق
لما معکم ہے تو اوس سے بعد لحاظ اس بات کے کہ یہ خطاب تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو ہے اور کلمہ ما

ن نوعین ہیں باقی مفہوم تقدم وتاخر ان تینوں کے حق میں مفہوم در ظاہر ہے کہ مثل چشم وچشمہ وذات
بر ہ معانی لفظ عین ان تینوں میں یوں بعید نہیں جو مثل لفظ عین لفظ تقدم وتاخر و اختتام کو جو بلحیر
ے آثار میں سے ہے بہ نسبت انواع مذکورہ مشترک کہیے جنس نہ کہیے مگر ان میں سے اول آخر
نی ورتبی تو متشخص ہوتا ہے یعنی اول آخر اور آخر اول نہیں ہو سکتا البتہ تقدم وتاخر مکانی کے لیئے
ن تصحیح کی ضرورت پڑتی ہے جس سے اول و آخر معلوم ہو جا ہے جیسے صفوف مسجد کے لیئے قبلہ اور دیوار
لہ ورنہ یہاں دوسری طرح سے لیجیئے تو قضیہ منعکس ہو جائیگا جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اب سنیئے کہ
وات انبیاء علیہم السلام تو بذات خود اس قابل ہی نہیں کہ انہیں تقدم وتاخر کی گنجایش ملے ہاں بواسطہ
مان ومکان ومراتب البتہ مقدم ومؤخر کہہ سکتے ہیں بہر حال حذف مضاف کی ضرورت ہوگی سو لفظ
مان کی جا پر اگر موصوف وتاخر بھی کوئی مفہوم عام ہی تجویز کیا جائے تو بہتر ہے بلکہ ضرور ہے کیونکہ
ذف بے قرینہ دالہ علی المحذوف الخاص دلائل تعمیم میں سے ہے یہی وجہ ہے کہ للہ الامر من قبل و
ن بعد اور اللہ اکبر میں کل شئی یا من کل شے محذوف سمجھا جاتا ہے بہر حال ثونتہ دونوں صورت میں
رابر لفظ زمان ہو یا کوئی مفہوم عام پر تخصیص زمان ہی کیا ہے اس صورت میں ہر نوع میں مفہوم خاتمیت
جدی طرح ظہور کریگا جیسے آیہ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ
عَمَلِ الشَّيْطٰنِ میں مفہوم رجس جنس عام ہے کہ اوسکے لیئے خمر جدی نوع ہے اور میسر وغیرہ
جدی وہاں رجس نے اور طرح ظہور کیا یہاں اور طرح یعنی خمر میں نجاست ظاہری بھی ظاہر ہوئی اور
انواع باقیہ میں فقط نجاست باطنی ہی رہی سو جیسے علت اختلاف ظہور مذکور یہ ہوئی کہ یہاں فعل شرب
شراب کے باعث ممنوع ہوا اسلیئے پانی وغیرہ کا پینا ممنوع نہیں تو یہاں تو رجس صفت اصلی جسم شراب
کی ہوگی اور میسر وغیرہ میں اشیاء معلومہ اعمال کے باعث بری ہوئیں کیونکہ اشیاء معلومہ آلات افعال
معلومہ ہیں اسلیئے رجس صفت اصلی افعال کی ہوگی سو ادنکی ناپاکی وہی نجاست باطنی مگر جیسے افعال و
شراب میں فرق ہے اور پھر وصف رجس میں متحد ایسی ہی یہاں قصہ ہے بلکہ یہاں تینوں نوعوں کا
موصوف بتقدم وتاخر ہونا ایسا ظاہر ہے جیسا شراب کا موصوف برجس ہونا مثل اتصاف افعال برجس خفی

وہ ادنیٰ میں یکتا ہو مثلاً خوشنویس کے سامنے اگر اور عاجز ہوتے ہیں تو اچھے خوش قطعہ کے لکھنے ہی میں
عاجز ہوتے ہیں اور فنون میں عاجز نہیں سمجھے جاتے بالجملہ رسول اللہ صلعم وصف نبوت میں موصوف بالذات
ہیں اور سوا آپ کے اور انبیاء موصوف بالعرض اس صورت میں اگر رسول اللہ صلعم کو اول یا اوسط میں رکھتے
تو انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف دین محمدی ہوتا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آتا حالانکہ خود فرماتے
ہیں مَا نَنسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا اور کیوں نہو یوں نہو تو اعطاء
دین منجملہ رحمت نرہے آثار غضب میں سے ہو جائے ہاں اگر یہ بات متصور ہوتی کہ اعلیٰ درجہ کے علماء کے
علوم ادنے درجہ کے علماء کے علوم سے کمتر اور ادون ہوتے ہیں تو مضائقہ بھی نہ تھا پر سب جانتے
ہیں کہ کسی عالم کا عالی مراتب ہونا علو مراتب علوم پر موقوف ہے یہ نہیں تو وہ بھی نہیں اور انبیاء متاخرین
کا دین اگر مخالف نہوتا تو یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء متاخرین وحی آتی اور افاضہ علوم کیا جاتا ورنہ نبوت کے
پھر کیا معنی سو اس صورت میں اگر وہی علوم محمدی ہوتے تو بعد وعدہ محکم اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ
وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کے جو بہ نسبت اس کتاب کے جسکو قرآن کہیئے اور بشہادت آیہ وَنَزَّلْنَا
عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ جامع العلوم ہے کیا ضرورت تھی اور اگر علوم انبیاء متاخرین علوم
محمدی کے علاوہ ہوتے تو اس کتاب کا تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ہونا غلط ہو جاتا بالجملہ جیسے ایسے نبی جامع العلوم
کے لیئے ایسی ہی کتاب جامع چاہیئے تھی تاکہ علو مراتب نبوت جو لاجرم علو مراتب علمی ہے چنانچہ معروض
ہو چکا میسر آئے ورنہ یہ علو مراتب نبوت بیشک ایک قول دروغ اور حکایت غلط ہوتی ایسے ہی ختم نبوت
بمعنی معروض کو تاخر زمانی لازم ہے چنانچہ اضافت الی النبیین باین اعتبار کہ نبوت منجملہ اقسام مراتب
ہے یہی ہے کہ اس مفہوم کا مضاف الیہ وصف نبوت ہے زمانہ نبوت نہیں اور ظاہر ہے کہ در صورت
ارادہ تاخر زمانی مضاف الیہ حقیقی زمانہ ہوگا اور امر زمانی یعنی نبوت بالعرض ہاں اگر بطور اطلاق یا عموم
مجاز اس خاتمیت کو زمانی اور مرتبی سے عام لے لیجئے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہو گا پر ایک مراد
تو شایان شان محمدی صلعم خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی اور مجھ سے پوچھیئے تو میرے خیال ناقص میں تو وہ
بات ہے کہ سامع منصف انشاء اللہ انکار ہی نکر سکے سو وہ یہ ہے کہ تقدم تاخر یا زمانی ہوگا یا مکانی یا

پ والد معنوی ہیں اور انبیاء باقی آپکے حق میں بمنزلہ اولاد معنوی اور امتیون کی نسبت لفظ رسول اللہ
بں غور کیجیے تو یہ بات واضح ہے پر آیۃ اَلنَّبِیُّ اَوْلیٰ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ملانے کی ضرورت ہی محمد رسول اللہ
صلعم کو صغری بنایئے اور اَلنَّبِیُّ اَوْلیٰ بِالْمُؤْمِنِیْنَ کو کبری دیکھیے یہ نتیجہ نکلتا ہے یا نہیں صورت
سکی یہ ہے کہ اَلنَّبِیُّ اَوْلیٰ بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ کو بعد لحاظ صلہ من انفسہم کے دیکھیے تو یہ بات
ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلعم کو اپنی امت کے ساتھہ وہ قرب حاصل ہے کہ اونکی جانون کو بھی
ون کے ساتھہ حاصل نہین کیونکہ اَولیٰ بمعنی اقرب ہے اور اگر بمعنی احب یا ولی بالتصرف ہو تب بھی یہی
بات لازم آیگی کیونکہ احبیت اور اولویت بالتصرف کیلئے اقربیت تو وجہ ہو سکتی ہے پر بالعکس نہین
ہو سکتا دلیل سنیئے اول یہ بات سنیئے کہ ایسے اقربیت جو اپنی حقیقت سے بھی زیادہ ہو بجز موصوف بالذات
کے کہ موصوف بالعرض یا وصف عارض کی نسبت ہوتا ہے اور کسیکو کسیکے ساتھہ حاصل نہیں کیونکہ ربط
افاضہ اگر بین الشیئین نہین تب تو باعتبار اصل حقیقت استغنا اور تباین ہوگا اگرچہ دونون ایک موصوف مین
اتفاقا مجتمع ہون اتنا قرب کجا اور اگر ربط افاضہ بین الشیئین ہے یعنی ایک موصوف بالذات اور دوسرا
موصوف بالعرض ہے تو لاجرم موصوف بالعرض کے ساتھہ بحیثیت وصف عارض اور خود وصف
عارض محتاج موصوف بالذات ہوتے ہین سو وصف عارض کو جو کچھہ تشخص حاصل ہوتا ہے بعد تحقق
حاصل ہوتا ہے اور علی ہذا القیاس ادراک تشخص بھی بعد ادراک اصل وجود ہوتا ہے چنانچہ دور سے کسیکو
دیکھتے تو ایک موجود مبہم ہوتا ہے جسکا انطباق ہزارون احتمالون پر متصور ہے پر جون جون قریب آتا
جاتا ہے وہ ابہام مرتفع ہوتا جاتا ہے اور تمیز جو ادراک تشخصات پر موقوف ہے حاصل ہوتی جاتی ہے
سو جب حالت بعد مین یہ حال ہے تو حالت قرب مین تو اوس امر مبہم کو اور یہی وضاحت ہوجائیگی جسکی وجہ
سے تقدم علی ادراک التشخصات ضرور تر ہے علاوہ برین معلوم ہونا خود ایک وصف وجودی ہے اور
معلومات کا معلوم ہونا ضروری جسکے معنی قطع نظر تقلید سے کرکے انصاف سے دیکھیے تو یہ معلوم ہوتے
ہیں کہ افاضہ وجود ذہنی عالم کیطرف سے اوسپر ہوتا ہے اور وہ نور علم جو ذات عالم کے ساتھہ ایسی
طرح قایم ہے جیسے آفتاب کا نور آفتاب کے ساتھہ اوسکو ایسی طرح محیط ہوجاتا ہے جیسے نور مذکور اشیا

محتمل بتجوز نہین سو اگر یہان خاتم شل رجس جنس عام رکہا جاتے تو بدرجہ اولی قابل قبول ہے
اسمین خاتمیت زمانی اور مرتبی کو تو ضرورت تعیین مبدا تقدم نہین ہان مکانی مین ہے سو بقیاس
تاخر مرتبی یہان بہی نیچے سے شروع سمجہا جایگا اور زمین علیا اختتام ہوگا سو اگر اطلاق اور عموم ہے
تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہو
اوہر تصریحات نبوی شل انت منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لا نبی بعدی
او کما قال جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اسباب مین کافی کیونکہ یہ مضمون
درجہ تواتر کو پہونچگیا ہے پہر اسپر اجماع بہی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہون سو یہ عدم
تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہان ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ
الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہین جیسا اوسکا منکر کافر ہے ایسا ہی اسکا منکر بہی کافر ہوگا اب
دیکہیے کہ اس صورت مین عطف بین الجملتین اور استدراک و استثنا مذکور بہی بغایت درجہ چسپان نظر
آتا ہے اور خاتمیت بہی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت زمانی بہی ہاتھہ سے نہین جاتی اور
نیز اس صورت مین جیسے قرات خاتم بکسر التاء چسپان ہے ایسے ہی قرات خاتم بفتح التاء بہی نہایت
درجہ کو بے تکلف موزوں ہو جاتی ہے کیونکہ جیسے خاتم بفتح التاء کا اثر اور نقش مختوم علیہ مین ہوتا ہے
ایسے ہی موصوف بالذات کا اثر موصوف بالعرض مین ہوتا ہے حاصل مطلب آیہ کریمہ اس صورت
مین یہ ہوگا کہ ابوت معروفہ تو رسول اللہ صلعم کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہین پر ابوة معنوی امتیون
کی نسبت بہی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بہی حاصل ہے انبیاء کی نسبت تو فقط خاتم النبیین شاہد
ہے کیونکہ اوصاف معروض و موصوف بالعرض موصوف بالذات کے فرع ہوتے ہین موصوف بالذات
اوصاف عرضیہ کی اصل ہوتا ہے اور وہ اوسکی نسل اور ظاہر ہے کہ والد کو والد اور اولاد کو اولاد اسی
لحاظ سے کہتے ہین کہ یہ اوس سے پیدا ہوتے ہین وہ فاعل ہوتا ہے چنانچہ والد کا اسم فاعل ہونا اسپر
شاہد ہے اور یہ مفعول ہوتے ہین چنانچہ اولاد کو مولود کہنا اسکی دلیل ہے سو جب ذات بابرکات
محمدی صلعم موصوف بالذات بالنبوة ہوی اور انبیاء باقی موصوف بالعرض تو یہ بات اب ثابت ہوگئی کہ

ضرور ہے کہ اول استدلال لمی ہوے اگر آفتاب کو علت نور نہ سمجہیں تو پہر نور سے وجود آفتاب پر استدلال
ممکن نہیں اور یہ سمجہنا کہ یہ علت ہے اور وہ معلول یہی استدلال لمی ہے استدلال لمی میں سوا اسکے اور
کیا ہوتا ہے الغرض وجود ذہنی معلول بھی علت کے وجود ذہنی پر ایسی طرح موقوف ہے جیسے اوسکا
وجود اوسکے وجود خارجی پر باقی استدلال انی میں علم تازہ نہیں ہوتا علم سابق کا استحضار ہوتا ہے اور
ظاہر ہے کہ علت اپنی معلول میں بہ نسبت اسکی حقیقت کے جو تعینات اور تشخصات ہیں ازانجملہ لواحق
اور توابع اور محتاج فی التحقق اولی بالتصرف ہے علیٰ ہذا القیاس معلول کو اگر قابل محبت ہے جو محبت
اپنی علت سے ہوگی جو اوسکی اصل ہے اور اوسیکا پرتو اوسمیں ہے چنانچہ مثال نور آفتاب سے
ظاہر ہے وہ محبت تعینات سے کاہیکو ہوگی جو لواحق ہیں اور باہم اتفاقی ملاقات ہوگئی ہے اس
صورتمین علت کو بہ نسبت اوسکے معلول کے اگر احب الیہ من نفسہ کہا جائے تو بجا ہے غرض اولیٰ
بمعنی اقرب ان دونوں معنوں کو مستلزم ہے اور یہ دونوں اوسکے منافی نہیں بلکہ اوسکے تحقق پر
ایسی طرح دال ہیں جیسے نور آفتاب طلوع آفتاب پر دلالت کرتا ہے سو جیسے طلوع آفتاب وجود
نور پر مقدم ہے ایسے ہی تحقق اولویت بمعنی اقربیت تحقق اولویت بالتصرف اور اولویت بمعنی
احبیت پر مقدم ہوگی غرض اقربیت مذکورہ کا مابین رسول اللہ صلعم و امتہ مرحومہ ہونا باین طور کہ آپ
اقرب الی الامتہ المرحومتہ من انفسہم ہوں ضرور ہے اور یہ بجز اسکے متصور نہین کہ آپ علت ہوں اور
امتہ مرحومہ اعنی مومنین معلول اور ظاہر ہے کہ معلول میں جو کچھ ہوتا ہے فیض علت اور عطاء علت
ہوتا ہے اسلیئے اوسکے لیئے صیغہ مفعول تجویز کیا گیا اس صورتمیں علت میں ضرور ہے کہ وہ فیض ذاتی
ہو ورنہ وہاں بھی عرضی ہو تو کوئی اور ہی مفیض حقیقی ہوگا کیونکہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ وصف عرضی
خود بخود ہو جائے کوئی موصوف بالذات ضرور ہے سو وہی ہمارے نزدیک علت اصلی ہے الغرض
لفظ رسول اللہ جو مترادف نبی اللہ یا متضمن معنی نبی اللہ کو ہے جب صغریٰ بنائے تو بوجہ اجتماع شرائط
ضروریہ جو شکل اول میں ہونی چاہیئیں یہ نتیجہ نکلیگا کہ محمد اولیٰ بالمومنین من انفسہم اور یہ بات اسبات کو
مستلزم ہے کہ وصف ایمانی آپ میں بالذات ہو اور مومنین میں بالعرض آپ اس امر میں مومنین کے

مستنیرہ کو اور ظاہر ہے کہ عالم کو اگر ادراک معلومات ہوگا تو وہ ایسا ہی ہوگا جیسے فرض کرو آفتاب کو
انوار خاصہ در و دیوار کا علم جنکو دہوپ کہتے ہیں سواوسیں سے نور مطلق جیسے صفت آفتاب ہے
اور تثلیث اور تربیع وغیرہ تقطیعات دہوپ جو صحن خانوں وغیرہ کیطرف سے لاحق ہوتے ہیں
اصل میں صفت صحن خانہا وغیرہ اور اسوجہ سے درصورت علم مفروض جو آفتاب کو حاصل ہوگا علم نور
مطلق بایں وجہ کہ اپنی صفت ہے علم تقطیعات سے جو اوروں کی صفت ہے متقدم ہوگا ایسے ہی نور
علم مذکور صفت عالم ہے اور تشخصات معلومات صفات معلومات اور اسوجہ سے علم صفت خود جو عین علم ہے
علم تشخصات سے متقدم ہوگا اور ظاہر ہے کہ نور آپ بذات خود منور ہے اور یہ تشخصات اور تعینات
جو حقیقت میں حقیقت معلوم ہیں کیونکہ مسمی زید و عمرو وغیرہ یہ خصوصیات خاصہ ہیں جنکی وجہ سے باہم
تباین ہے نہ وہ امر مشترک جسکو حقیقت انسانی کہیئے منور بالعرض سواس حرکت علم میں جب نور
مطلق اول آیا اور حقیقت مذکورہ دوسری بار تو درصورتیکہ مقصود بالعلم وہ حقائق ہی ہوں اور طالب علم
خود صاحب حقیقت تو یوں کہنا پڑیگا کہ موصوف بالذات اوس موصوف بالعرض سے اوسکی حقیقت
کی نسبت بھی زیادہ قریب ہے کیونکہ قریب و بعید کے دریافت کے لیئے کمی بیشی فاصلہ ضرور ہے
اور فاصلہ کے کم ہونیکی یہ علامت ہے کہ اودہر کو حرکت کیجیئے تو زیادہ فاصلہ کی چیز سے پہلے آئے
سو دیکھہ لیجیئے حرکت فکری میں اول دلیل آتی ہے پہر مدلول اسلیئے استدلال لمی میں بایں وجہ کہ
دلیل جو حقیقت میں علت ہوتی ہے اول علت آئیگی اور مطلوب بعد میں اس صورت میں دلیل یعنی
علت کو مطلوب سے بہ نسبت مطلوب کے بھی زیادہ قرب ہوگا مگر یہ قرب بہ نسبت معلول کے
سوائے علت اور کسیکو نصیب نہیں کیونکہ اصل میں انفصال ہے گو اتصال ہو تو جہاں یہ قرب ہوگا یہی
علیت معلولیت ہوگی اور وقت استدلال اگر خود معلول ہے اپنے ادراک کیطرف متوجہ ہو اور مستدل
باستدلال لمی ہو تو یہ بات صاف روشن ہو جائیگی کہ طالب کی ذات سے اوسکی علت قریب ہے
سو اگر مومنین کو اپنی حقیقت کا ادراک مطلوب ہوگا تو بیشک اول رسول اللہ صلعم اس حرکت فکری میں
آئینگے پہر اونکی حقیقت باقی رہی دلیل انی وہ حقیقت میں دلیل ہی نہیں ہوتی بلکہ استدلال انی کے لئے

اور بالالتزام مستفنی ہے بجمیع الوجوہ بین السماء والارض مماثلت ہونی چاہیئے سوا وہیں سے مماثلت
فی العدد اور مماثلت فی البعد اور فوق وتحت ہونے میں مماثلت تو اوسی حدیث مرفوع سے معلوم
ہوتی ہے جس سے تحقق سبع ارضین معلوم ہوا ہے اور صاحب مشکوۃ نے بحوالہ امام ترمذی اور
امام احمد باب بدء الخلق میں اسکو روایت کیا ہے اور ترمذی مین کتاب التفسیر من سورۃ حدید کی تفسیر
مین روایت کیا ہے وہ حدیث یہ ہے (عن ابی ھریرۃ قال بینا نبی اللہ صلعم جالس واصحابہ اذ
اتی علیھم سحاب فقال نبی اللہ صلعم ھل تدرون ما ھذا قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ھذہ العنان ھذہ
روا یا الارض یسوقھا اللہ الی قوم لا یشکرونہ ولا یدعونہ ثم قال ھل
تدرون ما فوقکم قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال فانھا الرقیع سقف محفوظ
وموج مکفوف ثم قال ھل تدرون ما بینکم وبینھا قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال
بینکم وبینھا خمسمائۃ عام ثم قال ھل تدرون ما فوق ذلک قالوا اللہ ورسولہ اعلم
قال سماءان بعد ما بینھما خمسمائۃ سنۃ ثم قال کذلک حتی عد سبع سمٰوٰت ما بین
کل سمائین ما بین السماء والارض ثم قال ھل تدرون ما فوق ذلک قالوا اللہ ورسولہ
اعلم قال ان فوق ذلک العرش وبینہ وبین السماء بعد ما بین السمائین ثم قال
ھل تدرون ما الذی تحتکم قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال انھا الارض ثم قال ھل تدرون ما تحت ذلک
قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ان تحتھا ارضا اخری بینھما مسیرۃ خمسمائۃ سنۃ حتی عد سبع ارضین بین
کل ارضین مسیرۃ خمسمائۃ سنۃ ثم قال والذی نفس محمد بیدہ لو انکم دلیتم بحبل الی الارض السفلی
لھبط علی اللہ ثم قرأ ھو الاول والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شیء علیم رواہ احمد والترمذی انتہی)
اس حدیث سے علاوہ اسکے کہ یہ زمین سب مین اوپر ہے سات زمینون کا ہونا اور وہ بھی نیچے اوپر
ہونا اور ہر ایک مین سے دوسری زمین تک ساتون زمینون مین پانچ پانچ سو برس کی راہ کا فاصلہ
ہونا بتصریح ثابت ہے غرض یہ تین مماثلتین تو اسی حدیث سے بتصریح معلوم ہوگئین جسکے معلوم
ہونیسے یہ خیال کہ بعد منہائی تباین مذکور کے اور سب باتون مین بشہادت اطلاق وعموم کلام ربانی

حق میں والد معنوی ہیں یعنی اور وں کا ایمان آپ کے ایمان سے پیدا ہوا ہے آپکا ایمان اوروں کے
ایمان کی اصل ہے اور وں کا ایمان آپکے ایمان کی نسل اس تقریر پر وجہ عطف مذکور اور استدراک
مسطور خوب واضح ہوگئی اسلیئے اس مضمون کو یہیں ختم کرتا ہوں اگرچہ خوبی مزید توضیح اسبات کو مقتضی
تھی کہ نسل علم ایمان کا ایک وصف فطری ہوتا اور یہ بات کہ ایمان کمالات علمی میں سے ہے پر علم پر
موقوف اور نبوت کمالات علمی میں سے ہے پر عمل کو مستلزم اور نیز یہ امر کہ انبیا کس بات میں آپ کے
ساتھ علاقہ مولودیت رکھتے ہیں اور امت کس بات میں اور پھر کیوں لفظ مشیر تولد مومنین کو لفظ مشیر
تولد انبیا سے مقدم رکھا یہ باتیں بیان کرتا اور حسب فہم موجہ کر جاتا پر بااندیشہ تطویل قدر ضرورت
پر اکتفا کر کے عرض پرداز ہوں کہ اطلاق خاتم اسبات کو مقتضی ہے کہ تمام انبیا کا سلسلۂ نبوت آپ
پر ختم ہوتا ہے جیسے انبیاء گذشتہ کا وصف نبوت میں حسب تقریر مسطور اس لفظ سے آپکی طرف محتاج
ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپکا اس وصف میں کسی کی طرف محتاج نہونا اسمیں انبیاء گذشتہ ہوں یا کوئی اور
اسی طرح اگر فرض کیجئے آپ کے زمانے میں بھی اس زمین میں یا کسی اور زمین میں یا آسمان میں کوئی
نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہوگا اور اوسکا سلسلۂ نبوت بہر طور آپ پر مختتم
ہوگا اور کیوں نہو عمل کا سلسلہ علم پر ختم ہوتا ہے جب علم ممکن للبشر ہی ختم ہولیا تو پھر سلسلہ علم و عمل کیا
چلے غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا تو آپکا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی
کی نسبت خاص نہوگا بلکہ اگر بالفرض آپکے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپکا خاتم ہونا
بدستور باقی رہتا ہے مگر جیسے اطلاق خاتم النبیین اسبات کو مقتضی ہے کہ اس لفظ میں کچھ تاویل نہ
کیجئے اور علی العموم تمام انبیا کا خاتم کہیئے اسیطرح اطلاق لفظ مثلہن جو آیہ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ
سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ میں واقع ہے اسبات کو
مقتضی ہے کہ سوا تباین ذاتی ارض و سما جو لفظ سمٰوات اور لفظ ارض سے مفہوم ہے اور ان دونوں
لفظوں کا ذکر کرنا اس باب میں بمنزلہ استثنا ہے اور نیز علاوہ اوس تباین کے جو بوجہ اختلاف لوازم
ذاتی یا اختلاف مناسبات ذاتی خواہ منجملہ لوازم وجود ہوں یا مفارق میں السما والارض متصور ہے

ثم یستخبر اهل کل سماء حتی یبلغ الخبر اهل السماء الدنیا وتخطف الشیاطین
السمع فیرمون فیقذفون الی اولیائهم فما جاؤا به علی وجهه فهو حق ولکنهم
یحرفونه ویزیدون هذا حدیث حسن صحیح اس مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ حکم خداوندی
ملائکہ کی نسبت جو کچھ ہوتا ہے وہ اس ترتیب سے نیچے پہونچتا ہے سو یہ بات بعینہ ایسی ہے جیسے
حکم بادشاہی جو کچھ ملازمان ماتحت کی نسبت ہوتا ہے اونکے اوپر کے ملازموں کے واسطے
سے اون تک پہونچتا ہے چنانچہ سب کو معلوم ہے اور نیز بمقتضائے حدیث دیگر بھی یہی ہے جو شاہ
عبد العزیز صاحب قدس اللہ سرہ العزیز نے تفسیر عزیزی سورہ بقر میں بذیل تفسیر آیہ ثُمَّ اسْتَوٰی
اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ روایت کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں و ابن المنذر از ابن
عباس روایت کردہ است کہ سَیِّدُ السَّمٰوٰتِ السَّمَآءُ الَّتِیْ فِیْهَا الْعَرْشُ وَسَیِّدُ الْاَرْضِیْنَ الَّتِیْ نَحْنُ
علیها اس حدیث سے ایک تو مماثلت زائدہ معلوم ہوئی یعنی جیسے وہاں اوپر کا آسمان افضل ہے کیونکہ
عرش اوسیمیں ہے یعنی اوس سے متصل ہے یہاں اوپر کی زمین یعنی یہ زمین افضل ہے دوسرے بدلالت
التزامی یہ ثابت ہوا کہ اوپر کے آسمان والے نیچے والوں پر حاکم ہوں کیونکہ افضلیت سمٰوٰت ظاہر ہے
کہ باعتبار افضلیت سکان ہے سو نوع واحد میں افضلیت باعتبار ... کے مقتضی ہے کہ فرد افضل موصوف
بالذات ہو کیونکہ موصوف بالذات کیطرف سے تو نوع واحد میں تفاوت افراد ممکن نہیں جیسے کہ [illegible]
ہوتا ہے اور جہاں دو نظر آتے ہیں باین نظر کہ نوع واحد ہیں متعدد ترکیب تو مقتضی ہے تاکہ اتحاد امر
مشترک کیطرف راجع ہو اور تباین امور متباینہ کیطرف پھر انجام کار وحدت لازم آجاتی ہے اس
صورت میں لاجرم یہ اختلاف و تفاوت معروض و قابل کیطرف سے ہوگا کیونکہ حوادث میں جتنے اختلاف
ہیں وہ انہیں کیطرف یا انکی متممات کیطرف جیسے آلات و شرائط ہیں منسوب ہوتی ہیں بوجہ تنگی مقام زیادہ
شرح سے معذور ہوں باایں ہمہ اہل فہم کیواسطے یہ مضامین معروض ہوئے ہیں ونکو اتنا ہی کافی ہے
الغرض یہ اختلاف و تفاوت معروضات کیجانب ہوگا مگر ظاہر ہے کہ اس صورت میں فرد کامل وہ واسطہ فی العروض
ہوگا جو اپنے معروضات کے حق میں موصوف بالذات ہوتا ہے اگرچہ کسی اور کی نسبت وہ بھی معروض

مماثلت مراد ہے اور بہی قوی ہوگیا اور کیوں نہو اول تو شلہن بہی اوسی کلام اللہ میں ہے جسمیں لفظ خاتم النبیین جسکی اطلاق اور نبیین کی عموم کے باعث کسی نے اب تک آئمہ دین میں سے اسمیں کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کا کرنا جائز نہ سمجہا توراۃ و انجیل یا کسی پنڈت کی پوتھی میں نہیں جو احتمال تحریف و افترا ہو پھر تسپر حدیث مذکور اسقدر مصدق خیال مذکور علاوہ بریں مقابل کعبہ ارض آسمان میں بیت معمور کا ہونا اور پھر باین نظر کہ مقابل کعبہ اوپر کہیں تک جاؤ اور نیچے تحت الثری تک تو کعبہ ہی ہے خیال مماثلت کو اور دوچند مستحکم کرے دیتا ہے باین ہمہ اطلاق مماثلت میں مزید رفعت مراتب نبوی صلعم ہے یہانتک کہ اگر اطلاق مذکور کو تسلیم نہ کیجیے تو رسول اللہ صلعم کی عظمت اور رفعت کے سات حصوں میں سے کل ایک ہی باقی رہجائے اور چھہ حصے عظمت کم ہوجائے چنانچہ انشاء اللہ قریب ہی یہ مسئلہ حاصل ہوا چاہتا ہے خیر اصل مطلب یہ ہے جب یہ بات ثابت ہوئی کہ سات آسمان ہیں اور وہ بہی اوپر نیچے کیف ما اتفق دائیں بائیں آگے پیچھے واقع نہیں اور پھر اون میں پانچ پانچ سو برس کا فاصلہ نکلا اور اسیطرح زمینوں کا حال ہوا تو یہ بہی یقینی سمجہنا چاہیئے کہ جیسی ساتوں آسمانوں میں آبادی ہے اور پھر اوپر کے آسمان والے نیچے کے آسمان والوں پر حاکم ایسے ہی ساتوں زمینیں بہی آباد ہونگی اور اوپر کی زمین والے نیچے کی زمین والوں پر حاکم ہونگے دلیل حکومت اہل سموات فوقانی اول تو یہ حدیث ترمذی کی ہے قال الترمذی فی ابواب التفسیر فی تفسیر سورۃ سبا ثنا نصر بن علی الجهضمی ثنا عبد الاعلی ثنا معمر عن الزهری عن علی بن حسین عن ابن عباس رض قال بینما رسول اللہ صلعم جالس فی نفر من اصحابه اذ رمی بنجم فاستنار فقال رسول اللہ صلعم ما کنتم تقولون لمثل هذا فی الجاهلیة اذا رأیتموه قالوا کنا نقول یموت عظیم او یولد عظیم فقال رسول اللہ صلعم فانه لا یرمی به لموت احد ولا لحیوته ولکن ربنا تبارك اسمه وتعالی اذا قضی امرا سبح حملة العرش ثم سبح اهل السماء الذین یلونهم ثم الذین یلونهم حتی یبلغ التسبیح الی هذه السماء ثم سأل اهل السماء السادسة اهل السماء السابعة ماذا قال ربکم قال فیخبرونهم

ظاہر ہے تو مرتبہ عظمت میں روحانیت کیوں نہ ہوگی کیونکہ وصف ذاتی حالت اجتماع حصص میں تو اور بھی زیادہ
قوی ہوتا ہے سو یہ اجتماع حصص اگر ہوتا ہے تو موصوف بالذات ہی میں ہوتا ہے معروض میں نہیں ہوتا کسی
صحن میں پورا نور نہیں البتہ آفتاب میں سب حصہ فراہم ہیں اسلیئے مراتب فوقانی میں ارواح عظیمہ ہونگی
اور مراتب تحتانی میں ارواح صغیرہ اور اس وجہ سے فوق و تحت خارجی و ظاہری بھی ملحوظ رہنا چاہیئے
تاکہ ظاہر و باطن متناسب ہیں بالجملہ وحدت نوعی و تکثر افرادی اور پھر فرق فوق و تحت باعتبار قانون
عدل و حکمت اگر درست ہو سکتا ہے تو یوں ہو سکتا ہے جس طرح سے عرض کیا کہ ارواح عالیہ ارواح
سافلہ کے لیئے موصوف بالذات ہوں اور افضل ترین ملائکہ فلک ہفتم کوئی ایک مالک ہو جسکی روح
منبع ارواح ملائکہ باقیہ فلک ہفتم بھی ہو اور منبع روح فرد افضل ترین ملائکہ فلک ششم بھی ہو کر پھر اوسکی
روح منبع ارواح باقیہ فلک ششم اور فرد اکمل ملائکہ فلک پنجم علی ہذا القیاس اور فرد اکمل ملائکہ فلک ہفتم کا ملائکہ
باقیہ فلک ہفتم کے لیئے بھی منبع ہونا اور فرد اکمل ملائکہ فلک ششم کے لیئے بھی منبع ہونا اور پھر اونکا اوپر
ہونا اور فقط تابع ہونا اور اوسکا نیچے ہونا اور متبوع و منبع ملائکہ باقیہ فلک ششم بھی ہونا ایسا ہو جیسے
آفتاب کا بہ نسبت آئینہ واقعہ فی الصحن اور بہ نسبت دہوپ سقف منبع ہونا ظاہر ہے کہ دہوپ اوپر ہے
مگر چونکہ منبع النور نہیں فقط تابع ہی ہے متبوع نہیں اور آئینہ منور بایں نظر کہ در و دیوار کے حق میں منبع النور
بھی ہو گیا ہے تو اون کے حق میں متبوع بھی ہے مگر یہی صورت اسوقت باہم زمینوں کی بھی ہوگی کہ
ساتوں کی ساتوں آباد بھی ہونگی اور اوپر کے زمین کی فرد اکمل یعنی محمد رسول اللہ صلعم کی روح پاک جیسی ارواح
انبیاء و مومنین کے لیئے منبع ہوگی ایسے ہی فرد اکمل زمین ثانی کے لئے بھی منبع ہوگی اور اوسکی روح
باقی اُس زمین کے سکان کے لیئے بھی منبع ہوگی اور فرد اکمل زمین سوم کے لیئے بھی منبع ہوگی علی ہذا القیاس
نیچے کی زمین تک خیال کرلو اور اس تقریر سے یہ وہم بھی مرتفع ہو گیا کہ یہاں کا ہر ہر فرد حاکم و متبوع ہو
اور اراضی ماتحت کی افراد مقابلہ و متناظرہ اپنے اپنے نظائر کے تابع بلکہ فقط فرد اکمل کا متبوع ہو
اور ارض سافل کے فرد اکمل کا اوسکی بہ نسبت اول تابع ہونا اور اوسکے سبب افراد باقیہ کا تابع ہونا سمجھ
جاتا ہے مثال مطلوب سے ہے تو اول آفتاب در آئینہ کے حال پر غور کیجیئے اوپر کی دہوپ میں اون دہوپ

جیسے آئینہ وقت نور افشانی در و دیوار اگر در و دیوار کی نسبت واسطہ فی العروض اور موصوف بالذات
ہے تو آفتاب کی نسبت خود معروض ہے سو ایسے ہی امور بحوث عنہا میں سمجھئے دوسرے بحکم عدل
افضلیت بالضرور اسبات کو مقتضی ہے کہ جو افضل ہو وہ باقیوں پر حاکم ہو علاوہ بریں حسن انتظام خداوندی
جو ہر نوع میں نمایاں ہے اسبات کو مقتضی ہے کہ جیسے افراد کا سلسلہ نوع پر اور انواع کا سلسلہ جنس پر ختم
ہوتا ہے اور اسوجہ سے جنس کے احکام و آثار انواع میں اور انواع کے احکام و آثار افراد میں جاری
و ساری ہیں استقلال جو ہر فرد ذوی العقول میں گونہ نمایاں ہے اور اسوجہ سے وہ انتظام جو انکے متحد
ہو جانے اور انکے اجتماع پر موقوف ہے باطل ہو جاتا ہے کسی ایک آدمی کے متعلق کر کے اسکو مستقل
اعظم قرار دیا جائے جسکے سامنے یہ استقلال فرادی فرادی والے محتاج نظر آئیں سو اسیکا نام حکومت ہے
بلکہ وجہ تکثر افراد کی غور سے کیجائے تو وہ عروض ہے کیونکہ اگر کلی کو معروضات کے ساتھ عروض نہو
تو یہ تعدد افراد ہرگز ظاہر نہو اور اس صورت میں مناسب یوں ہے کہ موصوف بالذات معروض بشرطیکہ
قابلیت حکومت و محکومیت رکھتے ہوں حاکم ہو تاکہ متبوعیت باطنی در صورت متبوعیت ظاہری منجملہ وضع الشئی
فی محلہ سمجھی جائے پھر یہ فوقیت و تحتیت باوجود اتحاد نوعی بحکم عدل و حکمت اسبات کو مقتضی ہے کہ جیسے فرد
تنزل نوعی اور نوع تنزل جنسی ہوتا ہے اسطرح ارواح ملائکہ سافل تنزل ارواح ملائکہ عالی ہوں تو بہت مناسب
ہے تاکہ یہ تکثر اور فوقیت و تحتیت دونوں صحیح ہوں اسلئے کہ تنزل مرتبہ بھی مثل تکثر بجز عروض ممکن نہیں
چنانچہ افراد کی تنزل نوعی ہونے سے اور انواع کے تنزل جنسی ہونے سے یہ بات ظاہر ہے کہ تنزل و تکثر
متلازم ہیں اور عروض پر موقوف اور عروض کا قصہ آپ سن ہی چکے ہیں کہ موصوف بالذات موصوف
بالعرض پر جیسے باعتبار ظہور و نفوذ احکام یعنی آثار حاکم ہوتا ہے ایسے ہی باعتبار حکومت بھی حاکم ہونا
چاہیئے اس صورت میں کیفیت حال یہ ہو گی کہ ارواح سافلہ جو مرتبہ تکثر میں پیدا ہوئی ہیں اور درجہ میں بھی
نیچے ہیں ارواح صغیرہ و حقیرہ ہوں اور ارواح عالیہ جو درجہ میں عالی اور وحدت اور مبدا کیجانب ہیں ارواح
عظیمہ اور کبیرہ ہوں غرض جب مجموعہ حصص کو لیجئے تو ایک روح اعظم شامل بالنوع ہوا اور جدے جدے
حصے کر لیجئے تو روح صغیرہ پیدا ہو سو جب مرتبہ صغیر میں روحانیت ہے چنانچہ افراد کے ملاحظہ سے

نکو کافی ہو مگر در صورتیکہ زمانہ کو حرکت کہا جاوے تو اُسکے لیئے کوئی مقصود بھی ہوگا جسکے آنے پر
حرکت منتہی ہو جائے سو حرکت سلسلہ نبوت کے لیئے نقطہ ذات محمدی منتہی ہے اور یہ نقطہ اس ساق زمانی
اور اس ساق مکانی کے لیئے ایسا ہے جیسے نقطہ راس زاویہ تاکہ اشارہ شناسان حقیقت کو یہ معلوم ہو
کہ انکی نبوت کون و مکان و زمین و زمان کو شامل ہے رہا یہ شبہ کہ زمانہ تو بعد ختم نبوت بھی باقی ہے اگر حقیقتہ زمانہ
حرکت مذکورہ ہے تو لازم آتا ہے کہ مقصود تک ابھی نہین پہونچی اور رسول اللہ صلعم افضل البشر نہون
کیونکہ مقصود و مطلوب نہین جو منتہا حرکت مذکورہ ہوگا وہی افضل ہوگا سو یہ شبہ قابل اس کے نہین
کہ اہل فہم کو موجب تردد ہو مگر با اینہمہ دفع خلجان کے لیئے یہ معروض ہے کہ ہر حادث زمانی کے لیئے
ایک عمر ہے کہ جسکی وجہ سے محققان صوفیہ کرام ہر حادث مین قائل تجدد امثال ہوئے کیونکہ زمانہ
ایک حرکت ہے چنانچہ اُسکا متجدد غیر قار الذات ہونا بھی اُسکے موید ہے اس صورتمین مسافات متعددہ
مین اور حرکات متعددہ منجملہ حرکات سلسلہ نبوت بھی تھی سو بوجہ حصول مقصود اعظم ذات محمدی صلعم
وہ حرکت مبدل بسکون ہوئی البتہ اور حرکتین ابھی باقی ہین اور زمانہ آخر مین آپ کی ظہور کی ایک یہ بھی
وجہ ہے غرض باعتبار زمانہ اگر شرف ہے تو مستقبل مین ہے کہ وہ طرف مقصود ہے نہ یہ کہ زمانہ مستقبل
فی حد ذاتہ اشرف ہے اور باعتبار مکان جانب فوقانی تاکہ فوقیت مراتب پر دلالت کرے باقی
یہ عذر کہ بنی آدم کافر بھی ہوتے ہین اور ملائکہ کافر نہین ہوتے یا ملائکہ تعداد مین زیادہ ہین اور بنی آدم کم
سو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ فرق اطلاق مماثلت مین قادح نہین یہ جو راقم سطور نے عرض کیا تھا کہ وہ
تباین جو مقتضا اختلاف ماہیت ارض و سما اور لوازم ماہیت ارض و سما یا مناسبات ماہیت ارض و سما مین سے ہو
ملحوظ کرکے پھر تماثل دیکھنا چاہیئے سو جیسے عظمت سماوات اور صغر ارضین تشخصات و تعینات ارض و سما
مین داخل ہے اور یہ اختلاف اُس اختلاف مفہوم ہی مین آگیا ایسے ہی بوجہ مناسبت اختلاف
مقادیر سکان بھی ضرور ہے بلکہ اس صورتمین اگر یہان کے سکان کو وہان کے سکان کے ساتھ
وہی نسبت ہو جو یہان کی مقدار کو وہان کی مقدار کے ساتھ ہر زمین کو اپنے مقابل کے ساتھ ہو تو عجب نہین
اور اس صورت مین ممکن ہے کہ ساتوین زمین مین بالشتیے ہون اور وہ زمین اس زمین سے

کی اصل نہیں جو آئینہ صحن سے پیدا ہوئے ہیں دوسری دیکھیے لاٹ تو لفٹنٹ پر مثلاً حاکم ہے پر اوسکی اردلی
کے لوگ اسکی اردلی کے حاکم نہیں البتہ لاٹ بواسطہ لفٹنٹ انپر بھی حاکم ہے جیسے آفتاب بواسطہ
آئینہ نیچے کی دہوپوں کا بھی مخدوم تھا اس تقدیر پر نیچے کی زمین سے سلسلہ نبوت شروع ہوگا اور
رسول اللہ صلعم کے اوپر وہ سلسلہ ختم ہوگا جیسے یہاں کی نبوت کا سلسلہ بھی آپ ہی پر اختتام پاتا ہے
اتنا فرق ہے کہ یہاں انبیاء باقیہ میں باہم نسبت حکومت و محکومی محض باشارہ عقلی نہیں نکال سکتے
اور نیچے کی زمین سے جو سلسلہ شروع ہوا ہے اوسمیں باشارہ عقلی ہم کہہ سکتے ہیں کہ دوسرے زمین والے
تیسری زمین والوں پر حاکم ہیں اور تیسری زمین والے چوتھی زمین والوں پر علی ہذا القیاس سو اس فرق کی
تصحیح اگر مثال سے منظور ہے تو سنیے کہ ہم بادشاہ کو لاٹ پر اور لاٹ کو لفٹنٹ پر حاکم تو فقط اتنی ہی
بات کے بھروسے کہہ سکتے ہیں کہ ہمکو ان مراتب کا باہم فوق و تحت ہونا معلوم ہے پر لاٹ یا لفٹنٹ کے
محکمہ اور عملہ میں یہ حکم برابر جاری نہیں کر سکتے غرض ایک سلسلہ نبوت تو فوق و تحت میں واقع ہے اور باعتبار
فرق مراتب مکانی اُسکے فرق مراتب کیطرف اشارہ کیا گیا ہے اور ایک سلسلہ نبوت ماضی و مستقبل میں واقع ہے
اور باعتبار فرق مراتب زمانی اُسکے فرق مراتب کی طرف اطلاع کی گئی شرح اسکی یہ ہے کہ اہل فہم پہ
روشن ہے کہ زمانہ ایک حرکت ارادۂ خداوندی ہے اور یہی وجہ ہے کہ محققین صوفیہ کرام علیہم الرحمۃ
تجدد امثال کے قائل ہوئے کیونکہ حرکت میں مقولہ حرکت کا ایک فرد ہر آن میں جدا متحرک کو عارض ہوتا ہے
والعاقل تکفیہ الاشارۃ۔ اور یہی وجہ ہے کہ زمانہ مقدار حرکت ہے کیونکہ مقدار ہونے کے لیے تماثل
اور تجانس ضرور ہے خط کے لیے مقدار خط ہی ہو سکتا ہے اور سطح کے لیے مقدار سطح اور جسم کے لیے
مقدار جسم یعنی وہ چیز جس سے کمی بیشی مساوات معلوم ہو وہ ہم جنس ہی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ خط کو
سطح سے نہیں ناپ سکتے اور اگر ناپ بھی لیتے ہیں تو اوسکی ایک بعد سے جو از قسم خط ہے ہوتا ہے
علی ہذا القیاس اگر جسم کو سطح یا خط سے ناپیں تو اوسکو بھی ایسا ہی سمجھو بہر حال زمانہ ایک امتداد
حرکت خداوندی ہے اگر اندیشہ تطویل نہوتا تو انشاء اللہ اس بحث کو واشگاف کر دکھلاتا پر کیا کیجیے
[illegible] بقدر ضرورت ہی زیبا ہے زیادہ نازیبا ہے تسپر اہل فہم سے یہ امید ہے کہ فقط اشارہ ہی

ن بالیقین تشبیہ نسبت ہے اسلیئے کہ کم سے کم اگر نفس عدد مین مماثلت ہوگی تب یہ معنی ہون گے کہ
ں مجموعہ کے اجزا کو باعتبار کم منفصل اس مجموعہ سے وہ نسبت ہے جو اُس مجموعہ کے اجزا کو اُس
مجموعے کے اجزا سے اور اہل فہم جانتے ہین کہ یہ تاویل نہین کہ دہیگا ہانگی تشبیہ مفرد کو مرکب بنا لینا ہے
بلکہ یون کہیئے کہ بتاویل مفرد بنا لیتے ہین وجہ اسکی یہ ہے کہ جملہ بتاویل مفرد ہو سکتا ہے پر مفرد مین تاویل جملہ
ممکن نہین سو کیون نہین وجہ اسکی یہی ہے کہ کثیر حقیقی کو تو بوسیلہ ہیئت اجتماعی احد بنا سکتے ہین پر واحد حقیقی کو
کسی طرح کثیر حقیقی نہین بنا سکتے سو یہان دیکھ لیجئے کہ کیا ہے واحد حقیقی ہے یا کثیر حقیقی نہ عدد مین وحدت ہے
نہ معدود مین اور باعتبار ہیئت اجتماعی وحدت ہو بھی تو وہ مقصود بالذات بالارادہ نہین البتہ عنوان تشبیہ
اور عنوان تشبیہ کہیئے ورنہ اول تو من الارض مثلہن نفرماتے سبع ارضین فرماتے جسمین لفظ کم ہو جاتے
معنی واضح ہو جاتے کنایہ سے بہر حال صراحت مین زیادہ وضاحت ہوتی ہے باقی اس لفظ مین
کوئی اور خوبی زیادہ نہین سبالغہ فی عدد السبع متصور نہین جو یون ہی کہیئے کہ الکنایۃ ابلغ من الصراحۃ
سوا مماثلت فی العدد کہیئے تو کلام از قبیل المعنی فی بطن الشاعر ہو جائے ذات وصفات کی بحث نہین
کہ الفاظ مستعملہ مین سے سوا اس لفظ کے ادا معنی مقصود مین کام ندے ہان اگر مساوات فی المقادیر
ہوتے تو البتہ یہ محل اس لفظ کے لیئے بہت عمدہ تھا دوسرے یہ تشبیہ نسبت اسکے علاوہ اُسکے اور مناسبتین
اور مماثلتین جو مذکور ہو چکی اس طرح سے ہرگز برابر راست نہ آتین بالجملہ یہان تشبیہ نسبت مقصود بالذات ہے
اور ظاہر ہے کہ تشبیہ نسبت مین مشابہت اور مناسبت طرفین علاوہ نسبت مذکورہ ہرگز ضرور نہین
بلکہ ممکن ہے کہ غایت درجہ کا بون بعید ہو یہی وجہ ہے کہ خداتعالیٰ اپنی اُن نسبتون کو جو مخلوق کیساتھ
حاصل ہین اُن نسبتون کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے جو مخلوق کو مخلوق کے ساتھ ہوتی ہے مثلاً فرماتے ہین
ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ
فِيْهِ سَوَاءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ یا فرماتے ہین اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ
نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ
مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ

ایسی چھوٹی ہو جیسے ساتوین آسمان سے یہ آسمان چھوٹا ہے ورا گر سموات سب برابر ہین تو زمینین بھی سب برابر ہون رہا فرق اسلام و کفر بنا ر اس فرق کی اختلاف لوازم ذاتی اور اختلاف مناسبات ذاتی پر ہے پر علم تناسب نہایت درجہ کا علم غامض ہے علم کامل تناسب تو خدا ہی کو ہو سوا اُسکے انبیار اور صدیقین کو جو حکما بنی آدم اور مصداق وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ہوتے ہین کچھ ہو تو ہو دیکھیئے موافق آیۃ أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ اور نیز بمقتضار اس حکم و عدل فخیم جسکا ہونا خدا کی ذات پاک مین مثل توحید یقینی ہے یہ ضرور ہے کہ گیہون کو اُسکے مناسب برگ و بار اور جو کو اُسکے مناسب انگور کو اُسکے کھجور کو اُسکے مناسب روح انسانی کو اُسکے مناسب بدن اور روح حماری کو اوسکے مناسب عطا ہو لیکن قبل مشاہدہ عطیات ہر نوع ایسا کوئی عاقل سمجھ مین نہین آتا کہ یہ بتلا دے کہ گیہون کے ایسے شاخ و برگ و بار ہون گے اور جو کے ایسے اور انسان کا ایسا بدن ہوگا اور حمار کا ایسا۔ غرض تناسب و مناسبت یقینی پر وجہ مناسبت و تناسب معلوم نہین علم الیقین عین الیقین جب ہے کہ ہم اندہون کو وہ دیدۂ بصیرت عنایت ہو جس سے یہ فرق ایسا نمایان ہو جائے جیسے اندہون کو بعد بینا ہو جانے کے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ لال رزائی پر سبز گوٹا اور سبز رزائی پر لال گوٹ پھبتی ہے سوا اسکے اور گوٹ زیبا نہوگی بالجملہ جس چیز کو خدا نے کسی چیز کے ساتھ جوڑ دیا ہے یا مقابل مین رکھا خالی کسی تناسب سے نہین جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اب سنئے کہ تشبیہ بہ نسبت جب ہی معلوم ہو سکتی ہے جب دو چیزون کا پہلے تناسب معلوم ہو اور دو چیزون کا جدا مثلاً دو کو چار کے ساتھ وہ نسبت ہے جو ہزار کو دو ہزار کے ساتھ ظاہر ہے کہ اس تشابہ نسبت کا یقین بطور عین الیقین یا حق الیقین جب ہی متصور ہے کہ دو اور چار کا تناصف بھی معلوم ہوا اور ہزار و دو ہزار کا تناصف بھی معلوم ہو الغرض تشبیہ نسبت بہ نسبت وحدت نوع نسبت کو مقتضی ہے اور علم تشبیہ کو علم نوع مذکور کو اور ظاہر ہے کہ وہ مماثلت جو لفظ مثلہن سے بین السموات والارضین مفہوم ہے تشبیہ نسبت ہے جسکو تشبیہ مرکب کہئے تشبیہ مفرد مفرد نہین ورنہ زمین کو آسمان سے کیا مناسبت اور کیا مشابہت اور اگر ہو بھی کوئی مناسبت تو ظاہر ہے کہ کوئی نہین تو ہین کیا آیۃ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ

یسی محال یا دشوار بات ہے جسکی وجہ سے اطلاق مماثلت سما، وارض مین متعامل ہو بجملہ مماثلت بین السما، والارض بجمیع الوجوہ ہے اور یہ فرق امر جب ملائکہ رحمت و ملائکہ عذاب و ملائکہ جنت و ملائکہ دوزخ و ملائکہ متعینہ نفخ ارواح و ملائکہ متعینہ قبض ارواح اس تناسب کی تصحیح کے لیئے کافی ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال جب ان اوہام کی مدافعت سے فراغت پائی تو مناسب یون ہے کہ پھر اصل مطلب کیطرف رجوع کیجیئے ناظران اوراق جب یہ بات سمجھ گئے ہین کہ تشبیہ متضمن آیۃ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ تشبیہ نسبت ہے تشبیہ مفرد نہین جو تساوی مقادیر اجرام و ما فیہا لازم آئے تو یہ بات بھی سمجھ مین آگئی ہوگی کہ اگر بطور تشبیہ یون کہا جاۓ کہ فرد اکمل فلک ہفتم کو افراد باقیہ فلک مذکور کے ساتھ وہ نسبت ہے جو فرد اکمل فلک ششم کو اسکے افراد باقیہ کے ساتھ یا فرد اکمل زمین ہذا یعنی خاتم النبیین صلعم کو فرد اکمل زمین دوم سے اسی طرح تشبیہ دین اور مراد یہ ہو کہ آپ کو حضرت آدم حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت موسی حضرت عیسی علیہم السلام کے ساتھ مثلاً وہ نسبت ہے جو فرد اکمل زمین دوم کو حضرت آدم وغیرہم علیہم السلام کے مقابل کے افراد زمین دوم کے ساتھ ہو اسی طرح اور افلاک اور اراضی باقیہ مین سمجھہ لو تو محبان نبوی جو فہم خداداد بھی رکھتے ہین متامل تو کیا ہون گے برضا و رغبت اس مضمون کو قبول کرین گے کیونکہ قطع نظر اشارہ حسن انتظام خداوندی اور دلالت آیۃ اَللّٰہُ الَّذِیْ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ الخ اس صورت مین عظمت شان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر ہے اگر ہفت زمین کو بطور مذکور بہ ترتیب فوق و تحت نہ مانیئے تو پھر عظمت شان محمدی بہ نسبت اس قدر عظمت کے جو درصورت تسلیم اراضی ہفت گانہ بطور مذکور لازم آتی تھی چھہ گنی کم ہو جائیگی ظاہر ہے کہ بادشاہ ہفت اقلیم کو اگر کوئی نادان فقط اسی اقلیم کا بادشاہ سمجھے جس مین وہ رونق افروز ہے تو یون کہو اسکی عظمت کے چھہ حصہ گھٹا دیئے فقط ایک ہی پر قناعت کی غرض خاتم ہونا ایک امر اضافی ہے بے مضاف الیہ متحقق نہین ہو سکتا سو جسقدر اسکے مضاف الیہ ہون گے اسیقدر خاتمیت کو افزایش ہوگی جیسے بادشاہت ایک امر اضافی ہے محکومون اور رعیت کی افزایش پر اوسکی ترقی اور عظمت موقوف ہے مگر ہان کوئی نادان آج کل کے نوابون کو دیکھکر دہوکا کہائی اور یہ کہے کہ جیسے آج کل کے

مشتمل ہے ہر ناری کو مشتعل ہے علی ہذا القیاس اور بہت جا تشبیہ نسبت مراد ہے تشبیہ مفرد نہین اور
اس صورت مین ہرگز نہ کسی طرح کا تجوز ہے نہ کسی طرح کی تاویل بلکہ جیسے دو روپیون کو چار روپیون کے ساتھ
وہ نسبت ہے جو دو پہاڑون کو چار پہاڑون کے ساتھ یا ہزار جوتون کو دو ہزار جوتون کے ساتھ یا ہر کار تم کے
سلسلہ کو اپنے مقابل کے سلسلہ کے ساتھ یا مجذورات اعداد مرتبہ من الواحد الی غیر النہایہ کو اعداد مرتبہ کے
ساتھ ہے اور اس تشبیہ مین باوجودیکہ طرفین کی نسبتین مین کچھ مناسبت ہی نہین ہرگز کچھ مجاز نہین بلکہ تشبیہ
معنی حقیقی پر ہے ایسی ہی طرح آیۃ اللہ الذی مین خیال فرمایئے اس صورت مین ہو سکتا ہے کہ ترکیبات
روحانی اور جسمانی بنی آدم اور حیوانات ارضی وغیرہ کو ترکیبات روحانی وجسمانی ملائکہ افلاک کے ساتھ
وہی نسبت ہو جو زمین کو فلک کے ساتھ اور یہ فرق کفر و اسلام نیرنگی تراکیب مختلفہ سے پیدا ہوا ہو
توضیح کی ضرورت ہو تو دیکھیئے جیسے اجسام بنی آدم مین ترکیب عناصر ہے اور اس ترکیب کو بوجہ مشاہدہ
رطوبت یبوست حرارت برودت خواص اربعہ عناصر اربعہ دریافت کیا ہے کیونکہ خاصہ کا وجود اپنے ملزوم
اور مخصوص بہ کے وجود پر دلالت کرتا ہے ایسے ہی بوسیلہ خواص اربعہ یون سمجھ مین آتا ہے کہ ارواح
بنی آدم مین بھی چار عنصر سے ترکیب دی ہے وہ خواص اربعہ کیا ہین ایک تو مضمون استکبار تھوڑا بہت
سب مین مشہور ہے دوسرا مضمون خواہش تیسرا مضمون تاثر و انفعال بھی قلیل کثیر سب مین ہے
چوتھے استقلال علی ہذا القیاس غصہ اور سبک حرکتی اور نرمی اور کسل بھی سب مین نظر آتی ہین علی ہذا القیاس
مضمون عصیان و انقیاد و نسیان و خطا بھی سب مین موجود ہے یہ بارہ چیزین جو مذکور ہوئین ان مین
جن چار کو لو آتش و باد و آب و خاک کے ساتھ ایک مناسبت ہے اہل فہم خود سمجھ لین گے بالجملہ جیسے
اختلاف مقادیر عناصر سے فرق حرارت و برودت و رطوبت و یبوست امزجہ بنی آدم پیدا ہوتا ہے
ایسے ہی فرق مقادیر ملزومات خواص مذکورہ سے امزجہ روحانی مین عجیب عجیب ترکیبین ظاہر ہوتی ہین
جنمین سے ایک مزاج کفر یا اسلام بھی ہے مگر باوجود مناسبت مذکورہ جو عناصر جسمانی اور عناصر روحانی مین
مذکور ہوئی تراکیب روحانی مین تو کفر و اسلام حاصل ہوتا ہے پر تراکیب جسمانی مین حاصل نہین ہوتا سو اسیطرح
اگر تناسب بین الملائکہ و بنی آدم محفوظ رہے اور یہان فرق کفر و اسلام نمایان ہو وہان نہو تو کون سی

اور یہ نہ سمجھین کہ جب اثر مذکور شاذ ہوا تو صحیح کیونکر ہو سکتا ہی وہ شذوذ جو قادح صحت ہی
بمعنی مخالف ثقات ہی چنانچہ سید شریف ہی رسالہ مذکور مین تعریف صحیح مین یہ فرماتے ہین ہو
ما اتصل سندہ بنقل العدل الضابط عن مثلہ وسلم عن شذوذ وعلۃ ونعنی بالمتصل ما لم یکن مقطو
عا بای وجہ کان وبالعدل من لم یکن مستور العدالۃ ولا مجروحا وبالضابط من یکون حافظا متیقظا وبالشذوذ ما
یرویہ الثقۃ مخالفا لما یرویہ الناس وبالعلۃ ما فیہ اسباب خفیۃ غامضۃ قادحۃ اُس تقریر سے اہل علم پر روشن ہو گیا
ہوگا کہ شذوذ بمعنی مخالفت ثقات مراد نہین کیونکہ شذوذ بمعنی مخالفت ثقات صحت کے لئے
منافی ہی جو حدیث باین معنی شاذ ہی وہ صحیح نہین ہو سکتی باینہمہ مخالفت و عدم مخالفت کا عقدہ بہی تقریر گذشتہ سے
کہل گیا اگر اثر حضرت عبد اللہ بن عباس مخالف تہا تو جملہ خاتم النبیین کے مخالف تہا یا اون احادیث کے معارض تہا جو بین
اور مفسر معنی خاتم النبیین ہین سو بعد مطالعہ تقریر گذشتہ اہل فہم کو تو انشاء اللہ کچھ تردد نہ رہیگا کہ اثر مذکور موید و مثبت معنی
خاتم النبیین ہے نہ مخالف بلکہ اثر مذکور کا غلط ہونا البتہ ثبوت خاتمیت مین بہت قادح ہی اور کیون نہو در صورت
انکار اثر معلوم خاتمیت کے سات حصون مین سے ایک ہی حصہ باقی رہجاتا ہی اس صورت مین
مدعیان محبت نبوی سے ہمکو یہ توقع ہی کہ جیسا اس اثر کا انکار کرتے تھے اب اُتنا ہی اقرار کرین
بلکہ اُس سے بھی بڑہکر انکار مین تو تکذیب رسول اللہ صلعم کا کھٹکا بھی تھا اقرار مین تو کچھ اندیشہ ہی
نہین بلکہ سات زمینون کی جگہ اگر لاکھ دو لاکھ اوپر نیچے اسی طرح اور زمینین تسلیم کرین تو مین
ذمہ کش ہون کہ انکار سے زیادہ اس اقرار مین کچھ وقعت نہوگی نہ کسی آیہ کا تعارض نہ کسی حدیث
سے معارضہ رہا اثر معلوم اُس مین سات سے زیادہ کی نفی نہین سو جب انکار اثر مذکور مین باوجود
تصحیح ائمہ حدیث یہ جرأت ہی تو اقرار اراضی زائدہ از سبع مین تو کچھ ڈر ہی نہین علاوہ برین بر تقدیر
خاتمیت زمانی انکار اثر مذکور مین قدر نبوی صلعم مین کچھ افزائش نہین ظاہر ہے کہ اگر ایک شہر آباد
ہو اور اُس کا ایک شخص حاکم ہو یا سب مین افضل تو بعد اسکے کہ اُس شہر کی برابر دوسرا ویسا
ہی شہر آباد کیا جاوے اور اوس مین بھی ایسا ہی ایک حاکم ہو یا سب مین افضل تو اُس شہر
کی آبادی اور اُس کے حاکم کی حکومت یا اوس کے فرد افضل کی افضلیت سے حاکم یا افضل شہر

ثواب ہے یک ثواب ہین ایسے ہی آن حضرت صلعم کی خاتمیت اور انبیاء کی محتاج نہین جو انکی
ترقی اور افزایش کے لیے نبیون کی تکثر کی ضرورت ہو بالجملہ کوئی نادان یا کوئی منافق ایسی
باتون کی تسلیم مین متامل ہو تو اہل فہم اور اہل محبت کو تو تامل نہین ہو سکتا ان بوجہ عدم ثبوت قطعی
نکسی کو تکلیف عقیدہ دیسکتے ہین نہ کسی کو بوجہ انکار کافر کہہ سکتے ہین کیونکہ اس قسم کے استنباط
امت کے حق مین مفید یقین نہین ہو سکتے احتمال خطا باقی رہتا ہی البتہ تصریحات قطعی الثبوت
تو بیشک تکلیف مذکور اور تکفیر سطور دونون بجا ہو یہان ایسی تصریحات درجہ قطعیت کو نہین پہونچی یعنی نہ کلام اللہ
مین ایسی تصریح ہی نہ کسی حدیث متواتر مین البتہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک اثر منقول ہی
جو درجہ تواتر تک نہین پہونچا نہ اُس کے مضمون پر اجماع منعقد ہوا اس لیئے تکلیف اعتقاد
اور تکفیر منکران تو مناسب نہین پر ایسے اثار کا انکار خصوصاً جبکہ اشارت کلام ربانی بھی اُسی طرف
ہو خالی ابتداع سے ایسی باتون کا منکر پورا اہل سنت وجماعت تو نہین کیونکہ ائمہ حدیث نے
اوسکی تصحیح کی ہی اور جس نے اُس کو شاذ کہا ہی جیسے امام بیہقی تو اونہون نے صحیح کہہ کے
شاذ کہا ہی اور اس طرح سے شاذ کہنا مطاعن حدیث مین سے نہین سمجھا جاتا کما قال السید الشریف
فی رسالتہ فی اصول الحدیث قال الشافعی الشاذ ما رواہ الثقۃ مخالفاً لما رواہ الناس قال ابن الصلاح فیہ
تفصیل فما خالف مفردہ واحفظ منہ واضبط فشاذ ومردود وان لم یخالف وھو عدل ضابط فصحیح وان
رواہ غیر ضابط لکن لا یبعد عن درجۃ الضابط فحسن وان بعد فمنکر اس سے صاف ظاہر ہی کہ شاذ کے دو
معنی ہین ایک تو یہ کہ رعایۃ ثقہ مخالف روایت ثقات ہو دوسرے یہ کہ اُس کا راوی فقط ایک ہی
ثقہ ہو سو یا بن معنی اخیر منجملہ اقسام صحیح ہی نہ ضد صحیح چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی فرماتے ہین
قال الشیخ عبدالحق المحدث الدہلوی فی رسالۃ اصول الحدیث التی طبعہا مولانا احمد علی فی اول المشکوۃ
المطبوعۃ بعض الناس یفسرون الشاذ بمفرد الراوی من غیر اعتبار مخالفۃ الثقات کما سبق ویقولون صحیح
شاذ وصحیح غیر شاذ فالشذوذ بھذا المعنے ایضاً لا ینافی الصحۃ کالغرابۃ والذی یذکر فی مقام الطعن ھو مخالف الثقات انتہے
یہ عبارت بعینہ وہی کہتی ہی جو مین نے عرض کیا سو لفظ شاذ سے کوئی صاحب دہوکا نکھائین

وجہ اس کی یہ ہی کہ باعث تاویلات مذکورہ فقط یہی مخالفت خاتمیت تھی جب مخالفت ہی نہین
تو ایسی تاویلین کیون کیجیے جنکو مدلول معنی مطابقی سے کچھہ علاقہ ہی نہین باقی
رہی یہہ بات کہ بڑون کی تاویل کو نہ مانئیے تو اُن کی تحقیر نعوذ باللہ لازم آئیگی
یہ انہین لوگون کے خیال مین آسکتی ہی جو بڑون کی بات فقط ازراہ بے ادبی نہین مانا کرتے
ایسے لوگ اگر ایسا سمجھین تو بجا ہی المرء یقیس علی نفسہ اپنا یہ وتیرہ نہین نقصان شان اور چیز ہی
اور خطاء و نسیان اور چیز اگر بوجہ کم التفاتی بڑون کا فہم کسی مضمون تک نہ پہونچا تو اون کی
شان مین کیا نقصان آگیا اور کسی طفل نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہدی تو کیا اتنی
بات سے وہ عظیم الشان ہوگیا ؎ گاہ باشد کہ کودک نادان ؛ بغلط بر ہدف زند تیرے ؛
ہان بعد وضوح حق اگر فقط اس وجہ سے کہ یہ بات مین نے کہی اور وہ اگلے کہہ گئے تھے میری
نہ مانین اور وہ پُرانی بات گائے جائین تو قطع نظر اسکے کہ قانون محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
سے یہ بات بہت بعید ہی ویسے ہی اپنی عقل وفہم کی خوبی پر گواہی دیتی ہے پھر باینہمہ یہ اثر
اگرچہ بظاہر موقوف ہی مگر بالمعنی مرفوع ہی اس لیے کہ صحابی کا بطور جزم اُن امور کا بیان کرنا
جنمین عقل کو دخل نہو اہل حدیث کے نزدیک مرفوع ہوتا ہی وجہ اُس کی یہ ہی کہ صحابہ سب کے
سب عدول اور پھر عدول بھی اول درجہ کے تقوی مین ایسے پکے کہ اور کسی سے انکی ریس
نہین ہوسکتی پھر یہ کب ہوسکتا ہی کہ عمداً جھوٹ بولین اور وہ بھی دین کے مقدمہ مین ہان
بطور احتمال جیسا کہ استنباط مین ہوا کرتا ہی ایسی باتون مین جنمین عقل کو مداخلت ہی دخل دیدینا
اُن سے ممکن ہی بلکہ واقع اور اُن سے کیا تمام اکابر سے یہ بات منقول ہی مگر اثر مذکور کا بطور
جزم ہونا اور مضمون مذکور کا عقلیات مین سے نہونا ظاہر و باہر ہی سو جب اثر مذکور مرفوع
ہوا اور سند اُس کی صحیح آیۃ مذکور اُس کی موید محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی طرف
مائل حسن انتظام جو ہر نوع مین مشہود ہی اُسپر شاہد عظمت قدرت اُسپر دال تسپر بھی انکار کیا جاے
تو بجز اسکے کیا کہا جائے کہ امثال روافض وخوارج واہل اعتزال ایسی باتین کیا کرتے ہین

اول کی حکومت یا افضلیت مین کچھ کمی نہ آجائیگی اور اگر درصورت تسلیم اور چھ زمینون کے
وہان کے آدم و نوح وغیرہم علیہم السلام بیان کے آدم و نوح علیہم السلام وغیرہم سے زمانہ
سابق مین ہون تو باوجود مماثلت کلی بھی آپ کی خاتمیت زمانے سے انکار نہو سکیگا جو وہان
کے محمد صلعم کے مساوات مین کچھ حجت کیجیے ہان اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت
لیجئے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا ہی تو پھر سوا رسول اللہ صلعم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق
مین سے مماثل نبوی صلعم نہین کہہ سکتے بلکہ اس صورت مین فقط انبیاء کی افراد خارجی ہی پر
آپ کی افضلیت ثابت نہو گی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہوجائیگی بلکہ اگر بالفرض
بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی مین کچھ فرق نہ آئیگا چہ جائے کہ
آپ کے معاصر کسی اور زمین مین یا فرض کیجیے اسی زمین مین کوئی اور نبی تجویز کیا جاے بالجملہ
ثبوت اثر مذکور دونا مثبت خاتمیۃ ہی معارض ومخالف خاتم النبیین نہین جو یون کہا جائے کہ
یہ اثر شاذ بمعنی مخالف روایۃ ثقات ہی اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا ہو گا کہ حسب مزعوم منکران
اثر اس اثر مین کوئی علت غامضہ بھی نہین جو اسی راہ سے انکار صحت کیجئے کیونکہ اول تو امام
بیہقی رحمہ کا اس اثر کی نسبت صحیح کہنا ہی اسبات کی دلیل ہی کہ اس مین کوئی علت غامضہ خفیہ
قادحہ فی الصحۃ نہین دوسرے شذوذ تھا تو یہی تھا کہ مخالف جملۂ خاتم النبیین ہی اور علت
تھی تب یہی تھی اگر اور کوئی آیۃ یا حدیث ایسی ہی ہوتی جس سے سات سے کم زیادہ زمینون کا
ہونا یا انبیا کا کم وبیش ہونا یا نہونا ثابت ہوتا تو کہہ سکتے تھے کہ وجہ شذوذ یہ ہے مگر آجتک
نہ کسی نے ایسی آیہ و حدیث سنی نہ مدعیون نے پیش کی علی ہذا القیاس مضمون علت قادحہ کو
خیال فرمایئے آجتک سوا مخالفت مضمون مذکور کسی نے کوئی وجہ قادح فی الاثر المذکور پیش
نہین کی اور فقط احتمال بیدلیل اسباب مین کافی نہین ورنہ بخاری ومسلم کی حدیثین بھی اس
حساب سے شاذ و معلل ہو جائینگی اور نیز یہ بھی واضح ہو گیا ہو گا کہ یہ تاویل کہ یہ اثر اسرائیلیات
سے ماخوذ ہی یا انبیاء اراضی ماتحت سے مبلغان احکام مراد ہین ہرگز قابل التفات نہین

اہل ہیئت مجسمہ جو شمس و قمر وغیرہ کو متحرک مانتے ہین اور زمین کو ساکن آخر بضرورت تصحیح
حساب حرکات اکثر افلاک مین خارج المرکز مانتے ہین اور جو برعکس کہتے ہین وہ زمین کے
مدار کو بیضوی کہتے ہین سو اگر باعتماد شارع مخبر صادق زمین کو خارج المرکز کہہ لیا تو کیا گناہ ہی بلکہ
اُس طرف خارج المرکز نمانیئے اور اسطرف خروج مرکز مان لیجیے تو بعد ضم بعض مقدمات جب بھی
تصحیح حساب مذکور ممکن ہی اتنا فرق ہی کہ کسی نے یون ہی اٹکل کے تیر ملادیے کسی نے دیکھنے والون
کی زبانی کہا خیر یہ بات دور جا پڑی اثر مذکور کے الفاظ اس کے قریب قریب ہین فی کل ارض
آدم کادمکم و نوح کنوحکم وابراہیم کابراہیمکم وعیسیٰ کعیسٰکم ونبی کنبیکم۔ جملۂ اخیر سے صاف روشن
ہی کہ تشبیہ فی التسمیہ مراد نہین تشبیہ فی المرتبہ مراد ہی سو آدم کادمکم الخ نام لیکر تشبیہ دینی ایسی ہی
جیسے غزلی مین کہا کرتے ہین لکل فرعون موسیٰ یا اردو مین کہتے ہین فلانے کا باوا آدم ہی نرالا
ہی غرض جیسے یہان نام مذکور ہے اور غرض مرتبہ و مقام سے ہی ایسے ہی اثر مذکور مین
بھی خیال فرمائیے کہ تشبیہ فی المرتبہ یعنی فی النسبۃ مراد ہی فقط تشبیہ فی التسمیہ مراد نہین
ہان کمال مماثلت اس بات کو مقتضی ہی کہ وہان بھی یہی نام ہون اور شاید یہی وجہ ہی کہ نام
کو ذکر کیا غرض جملہ اخیرہ مین تشبیہ فی النبوۃ دیکر اور پہلے جملون مین اسماء کا ذکر کر کے شاید
اس جانب اشارہ کیا ہو کہ جیسے مقامات افراد اراضی سافلہ مقامات افراد اراضی عالیہ ہین ایسے
ہی توافق فی الاسم بھی ہی جب تمام ان مضامین سے فراغت حاصل ہوئی اور بحمد اللہ تمام شکوک
اور اوہام کا استیصال کلی ہو گیا تو لازم یون ہی کہ توضیح تشبیہ نبی کنبیکم ایسی طرح کیجئے
جس سے رسول اللہ صلعم کی افضلیت اور اراضی سافلہ کے خواتم کی آپ کے ساتھ ثابت
دونون مدعا ایسی طرح ثابت ہو جائین کہ پھر کوئی حالت منتظرہ باقی نرہے اور نیز یہ اشکال بھی
مرتفع ہو جائے کہ مماثلت فی النسبت کا آیۃ اللہ الذی مین مراد ہونا تو مسلم وجوہ مذکورہ بالا اسبات
کے اثبات کیلئے کافی ہر اثر مین اس تشبیہ کو جو اول سے آخر تک موجود ہے تشبیہ فی النسبۃ
کہنا بظاہر مخالف ظاہر ہی یہان تو تشبیہ مفرد کہیئے تو بجا ہی تشبیہ فی النسبۃ کہین گے تو وہی

ان فرقون نے بھی بوجہ قصور فہم آیات والہ رویت و تقدیر و خلق افعال مین تاویلین کین
اور احادیث مصرحہ مضامین مذکورہ کو تسلیم نکیا بلکہ تکذیب سے پیش آئے سو جیسے آیات
مذکورہ کی تاویلون اور احادیث مذکورہ کی تکذیبون کے باعث اہل حق نے اُنکو دائرہ اہل سنت
وجماعت سے خارج سمجھا ایسے ہی منکر اثر مذکور کو بھی سمجھنا چاہیئے اتنا فرق ہی کہ احادیث رویت
وغیرہ اثر مذکور سے صحت مین اقوی تھین اور آیات مذکورہ دلالۃ مذکورہ مین آیۃ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ
سَمٰوٰتٍ سے جو اطلاق مماثلت پر دلالت کرتی ہی زیادہ اس لیے وہ بڑے بدعتی ہون گے
یہ چھوٹے مگر ہر چہ بادا باد سنی ہونا دونون کا معلوم خاصکر جب یہ دیکھا جای کہ اگر آیات رویت کی دلالت آیۃ
کی دلالت سے زیادہ واضح اور احادیث رویت وغیرہ کی صحت اثر مذکور کی صحت سے زیادہ قوی تو کیا ہوا جیسے
یہ فرق اس طرف سے ہی مزاحمت خیالات عقلی مین تھا اولٹا ہی یعنی رویت وغیرہ کے تسلیم کرنے سے بظاہر قوی قوی
دلائل مانع ہین اور ہر زمین مین آدم و نوح وغیرہم علیہم السلام کے تسلیم کرنے سے کوئی دلیل
مانع نہین باقی خیالات اہل ہیئت اگر مزاحم تصدیق اصل اراضی ہفت گانہ ہی چہ جائیکہ وجود
انبیاء مذکورین تو اول تو اسباب مین تنہا اثر مذکور ہی نہین بلکہ آیۃ مذکورہ اس باب مین قریب
نص کے ہی دوسری وہ حدیث جو بروایت ابی ہریرہؓ بحوالہ مشکوٰۃ بلفظہ اوپر منقول ہو چکی اسکی
معاضد ادہر خیالات اہل ہیئت ظنی خود اہل ہیئت اُس کے ظنی ہونیکے قائل اور اُنکی دلائل
کا اتی ہونا ظاہر سو اگر کسی وہمی کو یہ وہم دامنگیر بھی ہو کہ اس صورت مین افلاک باہم متصل نہ
رہین گے مرکز زمین مرکز عالم پر منطبق نہ رہے گا تو اس کو اتنا کہدینا چاہیئے کہ وہ خیالات
جو ہزار طرح سے صحیح ہو سکتے ہین انہین احتمالات پر جو مذکور ہوئے موقوف نہون معارض
قول مخبر صادق نہین ہو سکتے اگر اطمینان منظور ہے تو دیکھ لیجئے بطلیموسی کیا کہتے ہین اور
فیثاغورسی کیا یونانی کیا بکتے ہین اور انگریز کیا باینہمہ حساب طلوع و غروب و خسوف
و کسوف و صیف و شتا وغیرہ سب برابر صحیح جب باہم اہل ہیئت ہی مین یہ اختلاف ہی اور
مقصد برابر حاصل تو پھر ان خیالات کے بھروسے انکار اقوال مخبر صادق کرنا نہایت نازیبا

کی طرف سے آیا ہی مگر باین لحاظ کہ ہر نبی کی روح اُنکی امتیون کی ارواح کیلئے معدن اور اصل
ہوتی ہی چنانچہ تقریر متعلق آیۃ النبی اولی بالمومنین من انفسہم مین ہمنے تامل کیجیے تو اسپر شاہد ہی
یون سمجھ مین آتا ہی کہ اور انبیا رسول اللہ صلعم سے فیض لیکر امتیون کو پہونچاتے ہین غرض بیچ مین
واسطہ فیض ہین مستقل بالذات نہین مگر یہ بات بعینہ وہی ہی جو آئینہ کی نور افشانی مین ہوتی ہی غرض
جیسے آئینہ آفتاب اور اُس دھوپ مین واسطہ ہوتا ہی جو اُسکے وسیلہ سے اُن مواضع مین پیدا ہوتی ہی
جو خود مقابل آفتاب نہین ہوتی پر آئینہ مقابل آفتاب کے مقابل ہوتی ہین ایسے ہی انبیاء باقی بھی
مثل آئینہ بیچ مین واسطہ فیض ہین غرض اور انبیا مین جو کچھ ہی وہ ظل اور عکس محمدی ہی کوئی کمال ذاتی
نہین پر کسی نبی مین وہ عکس اُسی تناسب پر ہی جو جمال کمال محمدی مین تھا اور کسی نبی مین بوجہ معلوم
وہ تناسب نہین رہا ہو جہان کہین نبی کنبیکم فرمایا ہی اُس مین بقاء تناسب کی جانب اشارہ ہی بہرحال
بعد لحاظ معنی خاتم النبیین اور تشبیہ مندرجہ نبی کنبیکم یہ بات عیان ہوجاتی ہی کہ اور زمینون مین عکوس محمدی صلعم
اسی تناسب کے ساتھ ہین اور مفہوم تناسب سے اس تشبیہ کا تشبیہ فی النسبۃ ہونا بھی ظاہر ہوگیا یعنی
کمالات اصل مین جو تشبیہ تھی وہی نسبت کمالات عکوس مین بھی محفوظ رہے اس صورت مین اگر اصل
و ظل مین تساوی بھی ہو تو کچھ حرج نہین کیونکہ افضلیت بوجہ اصلیت پھر بھی ادھر رہیگی اور اگر یون
کہیے مشبہ بہ ذات محمدی ہی اور مشبہ فرادی فرادی ہر نبی کی ذات اس لیے اس تشبیہ کو تشبیہ مفرد کہنا چاہیے
نہ مرکب سو ہماری طرف سے بھی مسلم مگر بہرحال مشبہ بہ اور مشبہ کو واحد کہو یا متعدد وجہ شبہ تناسب
داخلی یعنی تناسب بین الکمالات اور تناسب خارجی یعنی تناسب بین الانبیاء دونون ہی کو کہنا
پڑیگا تاکہ اطلاق تشبیہ ہاتھ سے نجائے اور افضلیت محمدی کے لیے یہ وجہ اور ہاتھ آجاے کہ
جیسے آئینہ مین عکس زمین کی دھوپ عکس آفتاب کا طفیل ہی اور اسی وجہ سے آفتاب ہی کی
طرف منسوب ہونی چاہیے ایسے ہی اور زمینون کے خاتمون کے فیوض خواہ ارواح انبیا ہون
یا ارواح امت ان کے کمال ہون یا اُن کے سب آپ ہی کی طرف منسوب ہون گے آن تمام
مضامین کے مطالعہ کرنے والونکو یہ بات بخوبی روشن ہو گئی ہوگی کہ بصورت تسلیم اراضی دیگر [illegible]

تشبیہ مرکب لازم آئیگی بالجملہ بغرض توضیح مشار الیہا و دفع شبہہ مسطور کا یہ ہیچمدان اور بھی کچھ بقطر اہر پیر اہل فہم و انصاف سے توجہ و اقرار حق کا خواستگار ہے سُنیئے نبوت وہ کمال ہی جو مثل جمال امور کثیرہ پر موقوف ہی حدیث الرؤیا جزء من ستۃ واربعین جزء من النبوۃ سب ہی کو یاد ہو گی بخاری وغیرہ صحاح مین موجود ہی دیکھئے اس حدیث سے صاف ثابت ہی کہ کمال نبوت کوئی امر بسیط نہین سو جیسے جمال جملہ اعضاء ضروریہ کے مجتمع ہو جانے سے حاصل ہوتا ہی ایسے ہی کمال نبوت بھی تمام کمالات ضروریہ کے اجتماع سے حاصل ہوتا ہی مگر جیسے تناسب جمال کا کوئی ایک قاعدہ نہین ہر حسین مین ایک جداہی تناسب ہی علی ہذا القیاس تناسب کمالات نبوت بھی ایک ہی انداز پر نہین ہوتا کہین کوئی تناسب ہوتا ہی کہین کوئی سو اگر دو نبیون کے کمالات مین ایک ہی تناسب ہو تو ایک کی نبوت دوسرے کی نبوت کے مماثل ہو گی نہین تو نہین مگر جیسے اس عالم مین دو جمال ایک تناسب کے نظر نہین آتے اگرچہ فی حد ذاتہ ممکن ہو ایسے ہی دو کمال نبوت بھی ایک تناسب کے عالم مین معلوم نہین ہوتے ہان جیسے آئینہ مین عکس جمال کا تناسب بھی وہی ہوتا ہی جو اصل جمال کا تناسب ایسے ہی عکوس کمال نبوت کا تناسب بھی وہی ہو گا جو اصل کمال کا تناسب ہی اگر کہین فرق پڑیگا تو آئینہ ماہیت معروض کی وجہ سے فرق پڑے گا جیسے تناسب عکس جمال مین آئینہ کی وجہ سے کہین فرق پڑ جاتا ہی یعنی کہین عکس مذکور اس تناسب پر معلوم نہین ہوتا جو اصل مین ہوتا ہی بلکہ اُس کی نسبت لمبا یا موٹا یا چوڑا نظر آنے لگتا ہی علی ہذا القیاس آئینہ بیرنگ مین جیسے عکس برنگ اصل ہوتا ہی اور آئینہ سرخ و سبز مین عکس برنگ اصل نہین رہتا بلکہ الوان آئینہ کی تابع ہو جاتا ہی ایسی ہی کیفیات عکوس نبوت مین اگر فرق پڑے گا تو اُس کا باعث کوئی کیفیت خاصہ آئینہ ماہیت معروض نبوت ہو گا جب یہ بات ذہن نشین ہو گئی تو آگے سُنیئے تقریر متعلق معنی خاتم النبیین سے یہ بات تو سبھی اہل فہم سمجھ گئے ہون گے کہ موصوف بوصف نبوت بالذات تو ہمارے رسول اللہ صلعم ہی ہین باقی اور انبیا مین اگر کمال نبوت آیا ہی تو جناب ختمی مآب صلعم ہی

اسمین متامل ہوگا ہان فہم ہی نہو تو پھر انکا کچھ قصور نہین سو اور مفہومات تو ان دونون قیدونسے
عری ہین اور مفہوم امکان مین یہ قیدین ماخوذ ہین خدائی کا مفاد تو موجودیت بالذات ہی اور
امکان کا مفاد موجودیت بالعرض اور نبوت اور رسالت مین ظاہر ہی کہ یہ بات مقصود ہی بلکہ مفہوم
خدائی اور امکان چونکہ مفہوم اضافی نہین تو یون بھی نہین کہہ سکتے کہ کہین خدائی اور امکان
مطلق ہو اور کہین بالاضافت ہان خاتمیت چونکہ مفہوم اضافی ہی تو یہ فرق اطلاق اور اضافت
یہان جاری ہوسکتا ہی باقی اسکا اضافی ہونا اور انکا اضافی نہونا سب ہی جانتے ہون گے مین
کس لیے قلم گھساؤن ہان یہ بات قابل گذارش ہی کہ امکان مین چونکہ وصف بالعرض ماخوذ ہی اور
اس کے حق مین منجملہ ذاتیات ہی تو یہان بھی باوجودیکہ مفہوم بالعرض ماخوذ ہی بالذات ہی مین انحصار
رہا کیونکہ امکان مجموعہ موجودیت بالعرض کا نام ہی سو کسی صاحب کو یہ شبہ نہ پڑے کہ یہان تو امکان
بالعرض ہونا چاہیئے تھا بالذات کیون ہوا ہان مفہوم موجودیت کو دیکھین تو البتہ یہی حساب ہی
اور ظاہر ہی کہ ممکنات موجود فی الخارج ہون یا مرتبہ اعیان ثابتہ مین انکو تحقق ہو دونون جا موجود بالعرض
ہین بالذات نہین کیونکہ یہان وجود خارجی کسا وصاف انتزاعیہ مین سے ہین اور وہان وجود
باطنی کے اوصاف انتزاعیہ مین سے اور سب جانتے ہین کہ اوصاف انتزاعیہ موجود بوجود منشا
ہوتے ہین جس سے موجودیت بالعرض ٹپکتی ہی موجود بالذات نہین ہوتی واللہ اعلم و علمہ اتم
و احکم بعد اس تفصیل کے بطور خلاصہ تقریر و فذلکہ دلائل یہ عرض ہی کہ ہر زمین مین اُس زمین کے
انبیا کا خاتم ہی پر ہمارے رسول مقبول عالم اُن سب کے خاتم آپ کو اُن کے ساتھ وہ نسبت ہی
جو بادشاہ ہفت اقلیم کو بادشاہان اقالیم خاصہ کے ساتھ نسبت ہوتی ہی جیسے ہر اقلیم کی حکومت
اُس اقلیم کے بادشاہ پر اختتام پاتی ہی چنانچہ اسی وجہ سے اُسکو بادشاہ کہا آخر بادشاہ وہی
ہوتا ہی جو سب کا حاکم ہوتا ہی ایسے ہی ہر زمین کی حکومت نبوت اُس زمین کے خاتم پختم ہو جاتی ہی
پر جیسے ہر اقلیم کا بادشاہ باوجودیکہ بادشاہ ہی پر بادشاہ ہفت اقلیم کا محکوم ہی ایسے ہی ہر زمین
کا خاتم اگرچہ خاتم ہی پر ہمارے خاتم النبیین کا تابع جیسے بادشاہ ہفت اقلیم کی عزت اور

معلوم بشہادت جملہ خاتم النبیین تمام زمینون مین ہمارے ہی نبی پاک ؐ نہ ہولاک صلعم کی جلوہ گری ہوگی اور وہان کے انبیا آپ ہی کے دریوزہ گر ہون گے اور سب جانتے ہین کہ اس مین جو فضیلت ہی در صورت انکار اراضی ماتحت وہ فضیلت ہاتھ سے جاتی ہیگی مگر ہان شاید کسی صاحب کو یہ وسوسہ حیران کرے کہ اگر او جہہ زمینون کے بطور معلوم ہونے مین حضرت خاتم النبیین صلعم کی فضیلت کو یہ افزایش ہی تو او رجہہ خداؤن کے تسلیم کرنے مین مثلا اسی طور خدا کی خدائی کو بقدر معلوم افزایش ہوگی سو ہر چند یہ شبہ انھین لوگون کو ہو تو ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی برابر اور آپ کی نبوت کو خدا کی خدائی کی برابر سمجھتے ہین یعنی اس کے تعدد سے اُسکا تعدد اور اُسکی وحدت سے اُسکی وحدت پر ایمان لانے کو تیار ہوتے ہین سو ایسے لوگون سے ہمارے کلام بھی نہین ہم تو کس شمار مین ہین وہ تو خدا کی بھی نہین مانتے ہان بایں خیال کہ شاید کسی ایسے ویسے سے سن سنا کر کسی اور کو دھوکا نہ پڑے یہ گذارش ہی کہ یون تو اور بھی بہت سے اوصاف منقسم بالذات و بالعرض نہین ہوتی پر ایک خدائی دوسری امکان خاص ان دونون مین تو فرق بالذات و بالعرض نہین ہونا چاہیے امکان کی لئی ایک امکان بالذات ہی فرد ہی مکان یا بغیر کی گنجایش نہین ورنہ واجب اور ممتنع بھی کبھی ممکن خاص ہو جایا کرتی ایسے ہی خدائی کے لیے بھی ایک یہی بالذات کی صورت ہی ورنہ ممکن اور ممتنع بھی کبھی نہ کبھی خدا ہو جاتی او بھی نہین تو انکا خدا ہونا ممکن تو ہوتا سوا ان دونون وصفون کے اور اوصاف مشہورہ خاص کر اوصاف مشترکہ بین الواجب والممکن مین دونون قسمین ہوتی ہین کہین بالذات کہین بالعرض باقی وہ بات جس سے امکان اور خدائی کا قسم بالذات ہی کے ساتھ اختصاص سمجھ مین آجائے اور اوصاف باقیہ کا دونون قسمون کی طرف منقسم ہونا روشن ہو جاوے یہ ہی کہ اکثر اوصاف کا ان دونون قسمون کی طرف منقسم ہونا تو سب ہی جانتے ہین پر یہ بھی سب جانتے ہونگے کہ کسی وصف کے ساتھ اگر قید بالذات یا بالعرض لگالین اور اُس وصف مع القید یعنی مقید کو دیکھین تو پھر دوسری قسم کی گنجایش نہ ہیگی ورنہ اجتماع النقیضین لازم آئیگا ظاہر ہی کہ سواد بالذات بالعرض نہین ہو سکتا اور سواد بالعرض بالذات نہین ہو سکتا اور یہ ایسی موٹی بات ہی کہ کوئی صاحب

خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ دوسرے حدیث مسطور ایک جسکو من اوله الی آخرہ نقل کرچکا ہون اور بعد
ظہور توافق آیہ و حدیث اسباب مین اُن مفسرون کا قول جنہون نے سبع ارضین سے سبع اقالیم
مراد لی ہین یا ہفت طبقات زمین واحد تجویز کیے ہین معتبر نہین ہوسکتا خاصکر اہل فہم کے نزدیک
کیونکہ آیہ مذکورہ بھی بمعونت و معیتہ حدیث مسطور تعداد اراضی پر اور وہ بھی بقدر ہفت ایسی صاف
دلالت کرتی ہی جیسے آسمانون کے سات ہونے لفظ سبع سموات جیسے سبع سموات کے معنی مین
کسی نے یہ نہین کہا کہ سات ٹکڑے ہین یا سات برج مثلاً یا سات طبقے ایک آسمان کے ہین ایسے ہی
یہان یہ خیال باطل نہ باندھنا چاہیئے اور ہر زمین مین انبیا ہونے کی دلیل بھی قطع نظر اُس ثبوت
کے جو اوپر مرقوم ہوا بدستور مضمون سابق ایک آیہ ہی اور ایک حدیث آیہ تو یہی اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ
سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ اور حدیث وہ اثر حضرت عبد اللہ بن عباس رض
جسکی طرف اوپر اشارہ گذرا دلالت اثر تو ظاہر ہی پر دلالت آیہ مین البتہ اتنی تفصیل نہین سو یہ اسی
پر کیا موقوف ہی اکثر آیات اسی طرح اپنے مطالب پر دلالت کرتے ہین وجہ اسکی یہ ہی کہ مَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ
مِمَّا كَثُرَ وَاَلْهٰى یا مَا قَلَّ وَدَلَّ خیر مما کثر واملّ سو تمام آیات مین یہی ہی کہ الفاظ قلیل اور معانی کثیر
لیکن فہم ہو تو جتنا پورا پورا بیان مطالب کلام اللہ کے الفاظ مین ہوتا ہے وتنا اور الفاظ اور بیانات تو درکنار الفاظ حدیث
بھی نہین پر تھوڑے سے الفاظ مین مطالب کثیرہ جمع مجتمع ہو جاتے ہین اور ایک دوسرے سے باعتبار
الفاظ جدی نہین ہوتے یعنی ہر ایک مطلب کیلئے جدا لفظ نہین ہوتا اسلیے ہم سے جاہلون کو بسا
اوقات معلوم نہین ہوتی ہان بدلالت شرح صحیح جو احادیث صحیحہ نبوی صلعم ہین البتہ بڑے بڑے
مطالب تھوڑے تھوڑے الفاظ سے نکل آتے ہین غرض احادیث نبوی صلعم قرآن کی اول تفسیر
ہی اور کیون نہو کلام اللہ کی شان مین خود فرماتے ہین وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ
جب کلام اللہ مین سب کچھ ہوا یعنی ہر چیز بالاجمال مذکور ہوئی تو اب احادیث مین بجز تفسیر قرآنی اور
کیا ہوگا اور یہ بھی ظاہر ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر قرآن دان بھی کوئی نہین ہوا
اس صورت مین جو کچھ رسول اللہ صلعم نے فرمایا وہی صحیح ہوگا اگر آپ کی طرف کوئی قول منسوب ہی

عظمت اپنی اُس اقلیم کی رعیت پر حاکم ہونے سے جسمین خود مقیم ہے اتنی نہین سمجھی جاتی جتنی
بادشاہان اقالیم باقیہ پر حاکم ہونے سے سمجھی جاتی ہے ایسی ہی رسول اللہ صلعم کی عزت اور
عظمت اپنی اس اقلیم کی رعیت پر حاکم ہونے سے جسمین خود مقیم ہے اتنی نہین سمجھی جاتی جتنی بادشاہان
اقالیم باقیہ پر حاکم ہونے سے سمجھی جاتی ہے ایسے ہی رسول اللہ صلعم کی عزت اور عظمت فقط اس
زمین کے انبیاء کے خاتم ہونے سے نہین سمجھی جا سکتی جتنے خاتمین اراضی سافلہ کے خاتم ہونے
سے سمجھی جاتی ہے مگر تعجب آتا ہے آجکل کے مسلمانون سے کہ کس تشدد سے اور خاتمون بلکہ
خود زمینون سے انکار کرتے ہین تسپر ماننے والون پر کفر کے فتوے دیتے ہین یا سنی ہونیکا اتہام
کرتے ہین یہ وہی مثل ہوئی کہ نکٹون نے ناک والون کو ناکو کہا تھا خلاصہ مکنون خاطر منکرین اس
صورت مین یہ ہوگا کہ رسول اللہ صلعم کو اتنا عظیم الشان مت سمجھو کافر ہو جاؤگے رسول اللہ صلعم
سے اتنی محبت نکرو دیکھو سنی نرہوگے سو اگر یہی کفر و اسلام اور یہی بدعت و سنت ہے تو اس اسلام
سے کفر بہتر ہے اور سنت سے بدعت افضل امام شافعی نے اُن لوگون کے مقابلہ مین جو محبت اہل بیت
بوجہ غلو رفض سمجھتے تھے یون فرمایا تھا شعر ان کان رفضاً حب آل محمد ؛ فلیشہد الثقلان انی رافضی
ہم ان صاحبون کے مقابلہ مین جو رسول اللہ صلعم کی اسقدر ازدیاد قدر سے کہ اُن کے خیال سے
سات گنی ہو جاسے یہ برا مانتے ہین کہ قائلین ازدیاد قدر کو کافر یا خارج از مذہب اہل سنت سمجھتے
ہین اس شعر کو بدلکر یون پڑھتے ہین ؎ ان کان کفراً حب قدر محمد ؛ فلیشہد الثقلان انی کافر
یہ تو خلاصہ مطلب تہا اب خلاصہ دلائل بھی سنئے کہ دربارہ وصف نبوت فقط اسی زمین کے
انبیا علیہم السلام ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح مستفید و مستفیض نہین
جیسے آفتاب سے قمر و کواکب باقیہ بلکہ اور زمینون کے خاتم النبیین بھی آپ سے اسی طرح مستفید
و مستفیض ہین مگر یہ بات سات زمینونکے ہونے اور ہر زمین مین انبیا کے ہونے پر اور پھر ان انبیا
کے وصف نبوت مین معروض اور آپ کے واسطے فی العروض ہونے پر موقوف ہے جب تک یہ
بات ثابت ہو تب تک ثبوت مطلب متصور نہین سو سات زمین کے ہونے پر ایک تو آیۃ اللہ الذی

نبی نہ کہو پر نبوت بمعنی نزول اوامر بہر حال ثابت ہی اور یہ بات پہلے ثابت ہوچکی کہ یہ زمین سب مینو نسے اوپر نیچے
اور یہ زمین اوپر تلے اسکے تلے واقع ہین اور نزول اوپر سے کسی چیز کے جانیکو کہتے ہین اس صورتمین نزول امر
ادہر سے اودہر کو ہوگا تاکہ مضمون بینہن متحقق ہو کیونکہ اگر نزول احکام الٰہی اراضی باقیہ مین بواسطہ حضرت
سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہوا کرتا تو درصورتیکہ مرجع ضمیر جمع مذکورین اراضی ہی داخل ہون تو یون
نفرماتے بلکہ یتنزل الامر فیہن یا علیہن فرماتے واللہ اعلم باقی اسکی تصحیح مین بیہودہ تاویلین جب کر لیجئے
جو معنی متبادر کے لینے مین کچھ وقت ہو بلکہ انصاف سے دیکھیئے تو معنی حقیقی یہی ہین کہ ادہر سے اودہر کو
نزول سمجھا جائے اور وحی مذکور بواسطہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نیچے کے انبیا کو اس طرح پہونچے
جیسے حکام کے احکام ملازمان بالادست کیواسطے سے ملازمان ماتحت کو پہونچتے ہین اور وہ مضمون علمت
علم الاولین والآخرین بہ نسبت انبیاء ماتحت ایسے طور راست ہو کہ اول آپکو وحی آئی اور پھر ملائکہ کیواسطے سے انکو پہونچے
اور یہ نہین تو یہ بھی مجرد حصول جمیع علوم ہی کافی ہی یون ہو یا جیسے علوم انبیاء زمین ہذا حاصل ہوئے باقی رہا
آپکا وصف نبوت مین واسطہ فی العروض و موصوف بالذات ہونا اور انبیاء ماتحت علیہم السلام کا آپکی فیض کا
معروض اور موصوف بالعرض ہونا وہ تحقیق معنی خاتمیت پر موقوف ہی جسکی شرح وبسط کما ینبغی اوپر کر چکا ہون آگے
گذارش ہی کہ مضامین سابقہ کو فرادی فرادی اگر دیکھیئے تو عجب نہین کہ بعضے حجتی لا اہتی تسلیم مین کچھ حیلہ و حجت کرین اور
بعضے نامعقول معقولی بایں خیال کہ اکثر استدلالات مذکورہ ظنی ہین سو کیا اعتبار تکرار سے پیش آئین پر اہل فطانت
و فراست اور اہل حدس سے تو یون امید ہی کہ جیسے اختلاف متشکلات کو دیکھکر بعد ملاحظہ قرب بعد باہمی و
لحاظ کرویت ارض وسما یہ سمجھے کہ نور قمر نور آفتاب سے مستفید ہی ایسے ہی بعد لحاظ مضامین مسطورہ فرق مراتب
انبیاء کو دیکھکر یہ سمجھین کہ کمالات انبیاء سابق اور انبیاء ماتحت کمالات محمدی سے صلی اللہ علیہ وسلم مستفاد ہین
اور جیسے اختلاف تشکلات وغیرہ تنہا تنہا دلالت مطلوب مین کافی نہین سیطرح مضامین مذکورہ فرادی فرادی
گو کسی بد فہم کو کافی نہ معلوم ہون پر سب ملکر لاریب مضمون معلوم پر اتنی تو دلالت ضرور کرتی ہین جتنے اختلاف
تشکلات قمر وغیرہ استفادہ مذکور پر یا یون کہئے جیسے بہت عوارض عامہ سے ملکر ایک خاصہ مطلق پیدا ہوجاتا ہی
اور خاصہ بنجاتا ہی چنانچہ رسم ناقص ایساغوجی کے دیکھنے سے ظاہر ہی ایسے ہی دلائل مذکورہ اگر کسی کی نظر وںمین

اور عقل کے مخالف نہو تو گویا باعتبار سند اتنا قوی نہو جیسے ہوا کرتی ہین تب بھی اور مفسرین کے
احتمالون سے تو زیادہ ہی سمجھنا چاہیے اسلیے کہ اقوال مفسرین کی سند بھی تو اس درجہ کی کہین کہین
ملتی ہی پھر انکی فہم کا چندان اعتبار نہین ہو سکتا ہی کہ ان سے خطا ہوئی ہو نسپر پھر جب باعتبار سند بھی
برابر ہوئی اور ایک آپکا قول ہو دوسرا کسی دوسریکا تو بیشک آپ ہی کا قول مقدم سمجھا جائیگا اور اگر سند
بھی حسب قانون اصول حدیث اچھی ہو تو پھر تو تامل کا کام ہی نہین سو دیکھیے لفظ یتنزل کے اگر یہ معنی
بیان کیے جائین کہ نزول او امر و نواہی اور نزول وحی ہوتا ہی اور اثر مذکور کو اسکی شرح کہی جاے
تو باین وجہ کہ بالمعنی مرفوع ہی اور باعتبار سند صحیح بیشک تسلیم ہی کرنا پڑیگا بلکہ یہ قصہ ایسا ہو جائیگا
جیسے کسی اندھی کی آنکھ بناکر اس سے پوچھین آفتاب کہان ہی اور وہ ٹھیک تبلاے اور آفتاب کو
دیکھکر اسکو چھینک آئی تو جیسے آفتاب کا اسجا پر ہونا اس کی بینا ہو جانے پر شاہد اور اس کا بینا ہو جانا
آفتاب کے اس جگہ ہونے پر ایسی ہی آیہ تو اثر مذکور کی مصدق ہی اور اثر مذکور آیہ کی مصدق اسپر مجکو ایک
نقل یاد آئی **نقل** حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہو گیا آپ نے سبب پوچھا تو
بروے مکاشفہ اس نے یہ کہا کہ اپنی مان کو دوزخ مین دیکھتا ہون حضرت جنیدؒ نے ایک لاکھ یا پچھتر ہزار
بار کبھی کلمہ پڑہا تھا یون سمجھکر کہ بعض روایتون مین اسقدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہی اپنے جی ہی جی مین
اس مرید کی مانکو بخشدیا اور اسکو اطلاع نکی مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہین کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہی آپنے
پھر سبب پوچھا اُسنے عرض کیا کہ اب اپنی والدہ کو جنت مین دیکھتا ہون سو آپ نے اسپر یہ فرمایا کہ اس جوان
کے مکاشفہ کی صحت تو مجکو حدیث معلوم سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اسکے مکاشفہ سے ہو گئی سو ایسے
ہی یہان بھی سمجھیے کہ آیت مذکور تفسیر مشار الیہ تو اثر مذکور کی مؤید اور اثر مذکور تفسیر مذکور کے موافق بالجملہ قوی احتمال آیتہ
نزول وحی ہوتا ہی پھر بینہن کی ضمیر یا تو فقط ارض مع مثلہن کیطرف راجع ہوگی اور بوجہ قرب اس طرف
زیادہ دھیان جاتا ہی یا سموات اور ارض مع مثلہن سب کی طرف بہر حال مطلب یہی ہوگا سو نزول امر
بین السموات تو حدیث ترمذی سے جسکی طرف ہم اشارہ کر چکے ہین معلوم ہو چکا اور یہان اس آیہ اور اس اثر
سے معلوم ہوتا ہی اور ظاہر ہی کہ اس نزول امر کو نبوت لازم ہی غایت ما فی الباب ملائکہ کو حسب اصطلاح

العلماء ولا یخلق عن کثرۃ الرد ولا ینقضی عجائبہ اُسپر دلالت کرتے ہین کیونکر صحیح ہوسکتا ہی ہان جب کوئی دلیل
ہی نہ کوئی قرینہ تو پھر ترجیح احد الاحتمالات محض اپنی عقل نارسا کا ڈہکوسلا ہی اور اسکو تفسیر بالرای اعنی تفسیر
بالہوی اور تفسیر من عند نفسہ کہہ سکتے ہین ورنہ تفسیر بالرای کیون کہتے ہو تفسیر بالدلیل یا بالقرینہ کہو اگر توضیح
بالمثال مد نظر ہی تو سنیئے کہ عقل کو ایک خوردبین اور دوربین معلومات دقیقہ اور مضامین دور و دراز سمجھیئے جیسے اجسام
صغیرہ و بعیدہ بوسیلہ خوردبین و دوربین خوب واضح اور پاس معلوم ہوتے ہین ایسے ہی بوسیلہ عقول صافیہ
وسلیمہ مضامین دقیقہ اور معلومات بعیدہ وضح اور اقرب الی الذہن معلوم ہوتی ہین مگر جیسے مدرکات خوردبین
و دوربین حقیقت مین عین معلوم نہین ہوتا ورنہ فرق مقدار اور تفاوت بعد کی کوئی صورت نتھی بلکہ معلوم کی ایک
مثال و شبح ہوتی ہی ایسے ہی وقت ادراک معلومات دقیقہ و بعیدہ کنہ یا وجہ جو کچھ ذہن مین آتی ہی ایک مثال
اور شبح مضامین مذکورہ سمجھیے مگر جیسے شبح آئینہ مین علاوہ اعضاء و اجزاء ذی شبح رنگ آئینہ بھی جو کچھ ہو سبز فرض
کیجیے یا سرخ لاحق ہو جاتا ہی اور اُس رنگ کو اثر ذی شبح نہین کہہ سکتے اثر آئینہ کہتے ہین ایسے ہی کہیے بعض
مضامین زائد از اصل معلوم شبح معلوم کو ذہن مین آکر لاحق ہو جاتے ہین اور اِس لحوق کے باعث انکو اصل
معلوم کی طرف نسبت نہین کر سکتے بلکہ ذہن عالم کی طرف کئے جائینگے جب یہ مثال اور یہ تمہید ذہن
نشین ہوگئی تو اب سنیئے کہ تفسیرین امر مجمل کو واضح کر دیتی ہین کچھ بڑہاتی گھٹاتی نہین انسان کو اگر حیوان
ناطق کہا تو ایک امر مجمل کو واضح کر دیا ہی زائد از اصل کچھ بڑہا نہین دیا سو بعینہ وہی قصہ ہی جو ادراک خوردبین
مین ہوتا ہی اور اِس وجہ سے اگر ہم تصویر آئینہ کو تفسیر ذی تصویر کہین تو بجا ہی اور سپید جسم کو اگر سبز آئینہ
کی خوردبین سے دیکھین تو اُس رنگ سبز کو جو تصویر آئینہ مین لاحق ہو جاتا ہی اور رنگ اصلی معلوم ہوتا ہی
تفسیر بالمرآۃ کہین تو زیبا ہی ایسے ہی وہ مضامین جنسے مرتبہ اجمال مین کچھ تعرض نہو اور کسیکی رای سے
یعنی عقل کیجانب سے لاحق ہو جائین تو پھر انکو تفسیر بالرای کہین تو کیا بیجا ہی بہر حال تفسیر مثل ایضاح
خوردبین توضیح ہوتی ہی انشاء اور ایجاد نہین ہوتا چھوٹی چیز بڑی ہو جاتی ہی اشیاء معدومہ موجود
نہین ہو جاتی سو چھوٹی چیز کا بڑا معلوم ہونا جیسے از قسم توضیح مقدار ہی ایسے ہی کسی رنگ کا صاف نظر آنا توضیح
لون سفید کا سیاہ یا سرخ و سبز معلوم ہونا توضیح رنگ سفید نہین بلکہ تغیر رنگ ہی جسمین ایک رنگ کا اعدام

تنہا تنہا عام بھی ہون تو سب ملکر مطلوب مذکور کے مساوی ہی ہو جاتے ہین مگر یہ بات بطور تنزل و حزم و احتیاط
معروض تھی ورنہ نظر غایر اور فکر صائب اور طبع سلیم اور ذہن مستقیم اور عقل وقاد اور قلب ذکی ہو تو سب
امور مذکورہ منجملہ خواص ختم نبوت مطلق ہین قلت فرصت و کثرت مشاغل و تقاضا رسائل نہو تا تو انشاء اللہ اس
دعوے کے ثبوت اجمالی کو مفصل لکھتا سو جیسے دہوپ کو دیکھکر آفتاب کے طلوع مین اور دہوان دیکھکر آگ
کے وجود مین اور خوشبو سونگھ کر عطر کے ہونے مین اور کسیکی آواز سنکر اُسکی یا مطلق انسان کے ہونے مین تامل نہین
رہتا ایسے ہی امور مذکورہ سے ختم نبوت مطلقہ پر استدلال قابل تامل نہین اور یہین سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ تمام استدلالات
انی محل تامل نہین ہوتے ورنہ خدا کی خدائی جو عالم کو دیکھکر معلوم ہوتی ہی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کی نبوت جو اعجاز وغیرہ سے ثابت ہوتی ہی یا کسیکی ذکاوت کسیکی عبادت کسیکی سخاوت کسیکا بخل کسیکی شجاعت
کسیکا جبن جو آثار معلومہ سے معلوم ہوتے ہین سب محل تامل ہو جائین بجز اسکے کیا کہا جائیگا کہ جیسے یہ امور
تنہا تنہا خواص مدلولات ہین یا مثل عوارض عامہ مجتمعہ مجتمع ہو کر خاصہ بنجاتے ہین جیسے خوارق اور اخلاق حمیدہ
اور دعوت الی الدین سوا نبی کے کسی اور مین نہین ہوتی ایسے ہی امور مسطورہ اوراق گذشتہ جو در بارہ اثبات خاتمیت
بطور مذکور ذکر کئے گئے ہین تنہا تنہا یا باہم ملکر مطلوب معلوم کیساتھ خاص ہین اب یہ گذارش ہی کہ ہر چند آیہ اللہ الذی
خلق سبع سموات کی یہ تفسیر کسی اور نے نہ لکھی ہو پر جیسے علماء متاخرین نے مفسران متقدم کا خلاف
کیا ہی مینے بھی ایک نئی بات کہدی تو کیا ہوا معنی مطابق آیہ اگر اس احتمال پر منطبق نہون تو البتہ گنجایش تکفیر ہی
اور یون کہہ سکتے ہین کہ موافق حدیث من فسر القرآن برایہ فقد کفر یہ شخص کافر ہو گیا پر اس صورت مین بھی گنہگار
تنہا کافر نہ بنے گا یہ تکفیر بڑے بڑون تک پہونچیگی ہان اگر انصاف ہو تو اس حدیث کے معنی مین عرض کرتا ہون
سنئے مفہوم کلی ہزارہا افراد پر منطبق آتا ہی ہر فرد مین اسکے لیے احتمال صحیح ہوا کرتا ہی سو اگر آیات قرآنی مین کوئی امر کلی
مذکور ہو تو در بارہ احتمالات فردی خواہ انمین باہم نسبت توارد علی سبیل البدلیہ ہو یا نہو وہ آیہ مجمل ہو گی سو ان احتمالات
مین سے کسی ایک احتمال کو بے دلیل متعلق کر دینا باین قرینہ راجح سمجھنا در پردہ دعوے نبوت ہی جسکی وجہ سے ہر شخص اسکا
کافر گنا جاتا ہی ہان اگر کوئی دلیل عقلی یا نقلی ہو یا کوئی قرینہ عقلی یا نقلی ہو اور پھر بقدر قوت دلیل و قرینہ کوئی شخص کسی
احتمال کو راجح کہدے تو ہرگز کفر نہین ورنہ ہمیشہ تک دقائق و نکات کا نکلتے چلے آنا جیسے بعض الفاظ احادیث مرفوعہ مثل لا یشبع منہ

ذہبی نے حسن الاسناد کا حکم دیا اور اس حدیث کے ثبوت میں کوئی علت قادحہ معتمدہ نہیں ہے اور زمین کے
طبقات جداگانہ ہونا بہت احادیث سے ثابت ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح سلسلہ نبوت اس طبقہ
مین واسطے ہدایت سکان کے تیار ہوا اسی طرح سے ہر ہر طبقہ مین سلسلہ نبوت کا واسطے ہدایت وہانکے
سکان کے تیار ہوا اور چونکہ بدلائل عقلیہ و نقلیہ لاتناہی سلسلہ کی باطل ہے لاجرم ہے کہ ہر طبقہ مین ایک مبدء
سلسلہ ہوگا کہ وہ ہمارے آدم کیساتھ مشابہ کیا گیا اور ایک آخر سلسلہ ہوگا کہ وہ ہمارے خاتم کے ساتھ تشبیہ
کیا پس بنا علیہ او اخر انبیاء طبقات تحتانیہ پر اطلاق خواتم کا درست ہے اب یہان تین احتمال ہین ایک یہ کہ
خواتم طبقات تحتانیہ بعد عصر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوئے ہون دوسرے یہ کہ مقدم ہوئے ہون تیسرے
یہ کہ ہمعصر ہون۔ احتمال اول بحدیث لا نبی بعدی وغیرہ باطل ہے اور برتقدیر احتمال ثانی آن حضرت خاتم انبیاء
طبقات ہونگے اور برتقدیر ثالث دو احتمال ہین ایک یہ کہ نبوت آنحضرت صلعم کی مخصوص ساتھ ہی طبقہ
کے ہو اور آپ کی خاتمیت بہ نسبت انبیاء اسی طبقہ کے ہو اور ہر طبقہ تحتانیہ مین وہانکے خاتم کی رسالت ہو اور
ہر ایک انمین سے صاحب شرع جدید و خاتم انبیاء اپنے طبقات کا ہو دوسرے یہ کہ خواتم طبقات تحتانیہ متبع شرع
محمدیہ ہون اور کوئی انمین کا صاحب شرع جدید نہو اور دعوت ہمارے حضرت کی عام اور ختم آپکا بنسبت جملہ
انبیاء جملہ طبقات کے حقیقی ہو اور ختم ہر ایک خواتم باقیہ کا بہ نسبت اپنے اپنے سلسلہ کے اضافی ہو احتمال
اول بسبب عموم نصوص بعثت نبویہ کے کہ جس سے صاف آن حضرت صلعم کا مبعوث ہونا تمام عالم پر معلوم ہوتا
ہے باطل ہے اور علماء اہل سنت بہی اس امر کی تصریح کرتے ہین کہ آن حضرت کے عصر مین کوئی نبی صاحب شرع
جدید نہین ہوسکتا اور نبوت آپکی عام ہے اور جو نبی آپ کے ہم عصر ہوگا وہ متبع شریعت محمدیہ کا ہوگا چنانچہ تقی الدین
سبکی سے جلال الدین سیوطی اپنے رسالہ الاعلام بحکم عیسیٰ علیہ السلام مین نقل کرتے ہین قال السبکی

تفسیر لہ ما من نبی الا اخذ اللہ علیہ المیثاق انہ ان بعث محمد فی زمانہ لیومنن بہ ولینصرنہ وصواصتہ
من النبوۃ وتعظیم قدرہ ما لا یخفی وفیہ مع ذلک انہ علی تقدیر مجیئہ فی زمانہم یکون مرسلا الیہم
فامتہ لجمیع الخلق من زمن ادم الی یوم القیمۃ ویکون الانبیاء وامہم کلہم من امتہ فالنبی صلعم نبی الانبیاء
بعثتہ فی زمن ادم و نوح ابراھیم وموسے وعیسے جب علیہم علی امہم الایمان بہ ونصرتہ ولھذا یاتی عیسے فی اخر الزمان علی

اور دوسرے رنگ کا ایجاد ہی اس تقریر پر یہ شبہہ کہ مقدار نما بھی اصل حقیقت سے زائد ہی مرتفع ہوگیا دوسرے
جس چیز کا ادراک بوسیلہ مرایا و مناظر مطلوب ہوا کرتا ہی اُس قسم کی جو بات بوسیلہ مرایا معلوم ہوگی منجملہ
تفسیر سمجھی جائیگی سو وہ بات اگر اصل مجمل ہی تب تو تفسیر بالاصل ہوگی نہین تو تفسیر بالمرآۃ کہین گے او جو چیز
بوسیلہ مرایا و مناظر مطلوب ہی نہین ہوتی وہ بات اگر معلوم بھی ہوئی تو اُسکو تفسیر کیون کہیئے تفسیر تو اُسکو
کہنا چاہیئے جس سے کوئی اجمال مبدل بتفصیل اور کوئی اشکال مبدل بانحلال ہوا ور ظاہر ہی کہ مقادیر
اور مواضع بوسیلہ مرایا و مناظر مطلوب نہین ہوا کرتے ورنہ لازم آئے کہ اصل مقدار اشیاء مبصرہ بالمرایا او
مواضع اشیاء مذکورہ وہ ہوا کرین جو بوسیلہ خوردبین یا دوربین معلوم ہون بالجملہ تفسیر بالرای وہ ہی جو امر مجمل
و مفسر مین اصلا نہو بلکہ اُس امر مین کلام مجمل ساکت ہو اور مرتبہ تفسیر و تفصیل مین وہ امر داخل کیا جاسے اور ظاہر ہی
کہ ایسے امور کا داخل کرنا تصرفات خیالی ہین جو ہمارے ہی عقول ناقصہ کا کام ہوتا ہی باقی جو باتین بوسیلہ کسی دلیل
عقلی یا نقلی کے شامل کیجائین اُسکو اہل ظاہر گو تفسیر کہین پر حقیقت مین تفسیر نہین ہوتی بلکہ دو کلامون جداگانہ
کے مضمونون کو اکٹھا کر دیا کرتے ہین ہان اگر تفسیر کے ایسے معنی عام لیجیے جسمین یہ بھی شامل ہو جاسے تو پھر
اختیار ہی لا مشاحۃ فی الاصطلاح بہرحال ایسی صورتین تفسیر بالدلیل یا تفسیر بالقرینہ کہین گے تفسیر بالرای نہ کہینگے
الغرض ناظران اوراق کیخدمتمین یہ عرض ہی کہ بے وجہ فوارہ کفر نہ بنین کہ جو سامنے آیا ایک کفر کا چھینٹا جڑا مولویون
کا کام یہ نہین کہ مسلمانون کو کافر بنائین اُن کا کام یہ ہی کہ کافرونکو مسلمان کرین اعتبار نہو تو پہلے علما کے افسانے
یاد کرو سو اس زمانہ کے علما سے ہو سکے تو اس گنہگار کو جسکا اسلام برائے نام ہی دستگیری فرماکر ورطہ ہلاکت سے
نجات دین اور ساحل سعادت تک پہونچائین وما علینا الا البلاغ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ اجمعین

کتبہ العبد المذنب محمد قاسم الصدیقی النانوتوی

جواب دیگر از علماء لکھنؤ

ہو المصوب

مخفی نرہے کہ حدیث مذکور محققین محدثین کے نزدیک معتمد ہی حاکم نے اُسکے حق مین صحیح الاسناد کہا اور

الحمد للہ و المنة

کہ چند مکاتیب در تفسیر بعض آیات شریفہ چکیدۂ کلک جواہر سلک

راس المحققین زبدۃ المدققین راس العلماء افضل الفضلاء خاتم المفسرین حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح

مسمے بہ

اسرار قرآنی

بتصحیح تام و تنقیح مالا کلام از اہتمام بندہ مستہام محمد عبد الاحد عفی عنہ

بماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۱ ہجری مطابق ماہ اگست سنہ ۱۹۰۳ء

در مطبع مجتبائی واقع دہلی طبع گردید

ولو بعث الله علیه الصلوة والسلام فی زمانه وفی زمان عیسیٰ وابراهیم ونوح وآدم کانوا مستمرین علی نبوتهم ورسالتهم الی اممهم وانه علیه السلام نبی علیهم ورسول الی جمیعهم انتهی اور بحر العلوم مولانا عبد العلی اپنے رسالہ فتح الرحمن مین لکھتے ہین مقتضی ختم رسالت و حجر رسالت یعنی آنکہ بعد وی رسول نباشد و دیگر آنکہ شرع وی عام باشد ہر کسیکہ موجود باشد وقت نزول شرع وی بر وی واجب فرض است و شرع دیگر ہمہ رسل ندا بجز شرع مستمد از خاتم الرسالت اند و چونکہ شرع وے عام باشد پس دیگرے صاحب شرع نباشد

انتہی خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدیث ابن عباس رض صحیح و معتبر ہے اور اُس سے طبقات تحتانیہ مین وجود انبیا ثابت ہے اور یہ بیان بطلان لا تناہی سلسلہ کے ہر ایک طبقہ مین ایک آخر انبیا ہے بہ نسبت اُس طبقہ کے ہونا ضرور ہے لیکن بمطابق عقائد اہل سنت یہ ضرور ہے کہ دعوت ہمارے حضرت کی عام ہے تمام مخلوقات کو شامل ہے پس اس امر کا اعتقاد کرنا چاہئیے کہ خواتم طبقات باقیہ بعد عصر نبویہ نہین ہوئے یا قبل ہوے یا ہمعصر اور بہ تقدیر اتحاد عصر وہ متبع شریعت محمدیہ ہونگے اور ختم انکا بہ نسبت اپنے طبقہ کے اضافی ہوگا اور ختم ہمارے حضرت کا عام ہوگا اور تفصیل ان سب امور کی میرے کما حقہ اپنے دو رسالو مین ایک مسمی بہ الآیات البینات علی وجود الانبیاء فی الطبقات دوسرے مسمی بہ دافع الوسواس فی اثر ابن عباس کی ہے جو ہر گاہ یہ امر مبرہن ہو چکا پس سمجھنا چاہئیے کہ زید کو جسنے عبارت جو سوال مین مرقوم ہے لکھی ہر گاہ مماثلت سے انکار ہے اور صحت حدیث وثبوت تعدد خواتم طبقات تحتانیہ کا قائل ہے مخالف اہل سنت کے نہین ہے نہ کافر ہے نہ فاسق بلکہ متبع سنت ہے ہان اگر ثبوت محمدیہ کو ساتھ اسی طبقہ کے خاص کرتا ہو اور ہر ایک خاتم کو صاحب شرع جدید سمجھتا ہو تو البتہ قابل مواخذہ کے ہے کیونکہ یہ امر خلاف نصوص و خلاف کلمات علما معلوم ہوتا ہے اور اگر مجرد تعدد خواتم کا قائل ہو اور ختم ہمارے رسول کو حقیقی بہ نسبت جملہ انبیاء جملہ طبقات کے سمجھتا ہو اور ختم ہر ایک خواتم باقیہ کو اضافی کہتا ہو تو اُسپر کچھ مواخذہ نہین ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی وحفظہ عن موجبات الغی ......

مہر

ابو الحسنات محمد عبد الحی

واقعی زید بوجہ اس تحریر کے کافر یا فاسق نہوگا

واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب

مہر

ابو الحیات محمد نسیم غفر اللہ العلی الرب الحکیم

ابو المحاسن محمد مہدی

اصاب المجیب کتبہ

ابو المحاسن محمد مہدی عفا عنہ الہادی

... عبیر و حسیق خروج پر علماء دیوبند و سہارنپور و گنگوہ و الہ آباد و آگرہ و سورت نے اتفاق کیا والحمد للہ علی ذلک اور سب جوابوں کو حرف بحرف لکھنے کی ضرورت نہین کہ مطالب سب کے ان دو جوابون مین آگئے فقط

جهت انشا در آغوش دارد مورد نسخ توان شد کتب علیکم الصیام و لله علی الناس حج البیت وغیره اخبار
اگرچه بنظر تحقیق از اقسام اخبارند اما چون مخبر عنه این اخبار انشائیست از انشاءات لاجرم تا زمانه نبوی
صلی الله علیه وآله وسلم در معرض نسخ بودند گو درین زمانه بوجه انقطاع وحی بزمره محکمات داخل شدند
القصه این اخبار و امثال آنها بدان مانند که حاکمے حکمے صادر فرماید و باز از اصدار حکم اطلاع دهد نظر
برین بحیثیه ذاتیه یعنی بلحاظ من حیث هو این جملها اخبار باشد اما بلحاظ مخبر عنه از انشاءات شمرده شوند
چون این سلک دقیق روشن شد دیگر باید شنید عقود که وعده هم بدان سر دارد ازین قسم اخبار
و را افاده جهت انشائیت برتر اند نمی بینی که اینجا احتمال تقدم مخبر عنه دور از قیاس نیست و در عقود آن
چه جایست که تهمت مخبر عنه بروز ده همسنگ اخبار مذکوره گردانند اینقدر هست که صورت اخبار و پیرایه
خبر در برهیچ مضامین کشیده باهیام تحقق درپئے استحکام می شوند و پیداست که تلة من الاولین
الخ از اقسام وعده است گو در پیرایه خبرش کشیده امید امیدواران را قوی گردانیده اند مگر با فرایش
بالا بر امید اول این تقویت را چه ضرر اگر به تنقیص موعود انبطرف بے نیازی کار خود میکرد البته صورت
کذب درین میدان گرد افشانیها میکرد گو تا بسراپرده جلال و بے نیازی نمے رسید زیاده ازین
چه حاجت که سمع خراش سامی باشم آرے اگر تفسیرے در پیش نظر هیچمدان می بود شاید تا بائید
تزد بد حرفے چند هم نوشتم اکنون اگر فقط باعتماد خیال نارسا و ذهن نا آشنا خود اینقدر دیگر بنویسم
که اول در حق مقربین است و دوم در حق اصحاب یمین می ترسم که منجمله التفسیر بالرائے نباشد ورنه
دفع این خلجان سهل بود که امتیاز در اهل جنت و نار یوم فصل باقامت یمین و یسار خواهد بود و پیداست
که مقربین از ارباب جنت و نعیم مقیم اند میتوان گفت که اوشان را بیمین خود جا نخواهند داد خصوصاً
وقتیکه لفظ میمنه و مشئمه را پیش نظر کنیم زیرا که میمنه و مشئمه جائے راست و جائے چپ را گویند
این نیست که مثل یمین و شمال بر دست راست و دست چپ حمل توان کرد توان گفت که مراد
از اصحاب یمین و اصحاب شمال کسان اند که نامه اعمال شان بدست راست و دست چپ
شان بدهند مگر آن که این هیچمدان را بوجه قلت مزاولت بلکه عدم مزاولت کتب لغت و کتب ادب
اطلاع نبود بالجمله اگر مراد از یمین و شمال دست راست و دست چپ بودے آن وقت محتمل بود
که مراد از اصحاب یمین آنانند که نامه اعمال بدست راست خواهند گرفت و فرق تقرب و عدم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوالات مولوی محمد صدیق صاحب مرادآبادی

سوال اول نسخ اگر ممکن ہست در احکام ممکن ست نہ در اخبار پس آیہ ثلۃ من الاولین وقلیل من الآخرین را ناسخ قرار دادن بعض کسان چہ معنی دارد

سوال دوم فلا اقسم بمواقع النجوم قسم است وتاکید این قسم بجملہ وانہ لقسم لو تعلمون عظیم فرمودند وجہش چیست

سوال سوم در کریمہ ہل فی ذلک قسم لذی حجر ہل چہ معنی دارد۔

سوال چہارم در مضمون ان سعیکم لشتی کراشبہ بود کہ بعد از یاد کردن سوگندہا بحرف تحقیق موکد گردانیدہ اند

سوال پنجم لعل در قرآن شریف برائے چہ معنی می آید۔

سوال ششم شجرۂ نار کہ از بعض آیات مفہوم می شود مراد از ان کدام شجرہ است

سوال ہفتم عطف مفرد بر جمع وعطف جمع بر مفرد را اہل معانی کردہ می پندارند ودر آیت ختم اللہ علی قلوبہم الآیہ عطف مفرد بر جمع وجمع بر مفرد واقع است وجہش چیست۔

سوال ہشتم در افراد سمع وجمع آوردن قلوب وابصار در آیہ مذکورہ چہ نکتہ است۔

مکتوب اول در معنی بعض آیات شریفہ بجواب نامہ مولوی محمد صدیق صاحب دام برکاتہم وجعلہ اللہ کاسمہ من الصدیقین۔

کمترین خلائق **محمد قاسم** سراپا گناہ پس از سلام مسنون الاسلام عرض پرداز ست دیر ست کہ عنایت نامہ سرمایۂ منت گشتہ باشد اما کاہلی طبعزاد را اشغال ہشتہ وعوارض متنوعہ بہانہ دست گشتہ باشند ورنہ تقصیر تاخیر در نامہ اعمال این حقیر نوشتہ نمیشد دیر وز آن نامہ دیر آمدہ بیادم آمد امروز بنام خدا نشستہ ام کاش کارگذاری امروز ذریعۂ تلافی مافات شود۔

جواب سوال اول مخدوم من این مسلم کہ اخبار صادقہ باشند یا کاذبہ در خور نسخ نیند این کرامت ہمراہ احکام کردہ اند اما منشاء آن چون این است کہ احکام از اقسام انشا باشند ہر چیز کہ

جواب سوال اول

ر آنجہا برتر باشد ونقشۂ این اجمال کہ از اجتماع جملہ نجوم بہیئت مخصوصہ ظہور فرمودہ از جملہ نقشہا
وادث جلوہ گر بہا دارند احسن واعلیٰ باشد بدین وجہ نقشۂ دیگر حوادث کہ مقسم بہ خداوندی گردید
نقشہ نرسد بدین سبب موصوف بہ قسم عظیم گردید فقط
اب سوال سوم ہل فی ذلک قسم لذی حجر بزعم احقر استفہام تقریری است واگر کسے معنی
بق گرفتہ باشد مسقط اشارہ اش نیز ہمین باشد مگر این جملہ را بعد جملہاے متضمنۂ ایمان مذکورہ
و اعتراض آوردہ اند تا ہیجملہ معترضہ عظمت ایمان را آشکارا گرداند و جواب ایمان را بدلالت مابعد
محذوف فرمودہ اند بخیال احقر مطلب اینست کہ اگر فرمودہ ما را بسر وچشم نخواہید نہاد چنین وچنان
اہیم کرد پس از ان بطور اثبات قدرت خود بر تنفیذ وعید فرمودند الم تر کیف فعل ربک الخ فقط
واب سوال چہارم ان سعیکم لشتی بخیال ہیچمدان جواب اعتراض اندرونی اکثر کم فہمان است
بدل می گویند چون ہدایت وتوفیق بدست خداوند ذوالجلال ماند دست ماکوتہ دستان تا بآن
رسید ہمہ را برابر حیرانگردانید وبسیارے از کم عقلان بر زبان ہمچنین مضامین میرانند نظر برین فرمودہ
شند کہ مساعی بنی آدم از یک نوع نیند ہر سعی لیاقت قبول خداداد دیا گوئیم ہر فعلے محرک صنفے سبت
جداہر یکے را بہ نتیجۂ جدا می نوازیم وہمین یک سخن بطور دگر اشارہ بآن باشد کہ ماہیات بنی آدم چنانکہ
فرمودہ اند الناس معادن کمعادن الذہب والفضۃ مختلف الانواع ہستند گو پیرایۂ عرض عام انسانیہ
ہمہ را بیک آغوش گرفتہ باشد ووجہ این اشارہ آن باشد کہ چنانکہ چشم کار دگر توان کرد وگوش کار دگر
اختلاف کار ہریک باختلاف اصل ہر دو پے مے بریم ہمچنین از اختلاف انواع مساعی بنی آدم باختلاف
انواع ساعیان باید رسید بازیچہ اختلاف معاملہ وقدر دانی دل اندر خلجان نباید کرد کہ زر ونقرہ را بیک
پلہ نسنجند وگندم وجو را بیک پیمانہ نگیرند فقط
جواب سوال پنجم تعلق بہر افادۂ ارتباط ماقبل ومابعد ہست اما نہ ہر ارتباط بلکہ ارتباط سببیت ماقبل
وسببیت مابعد وآنہم بطور ایکہ فیما بین یک غیر قار الذات با دیگر غیر قار الذات باشد غرضم اینست کہ فیما
بین سبب ومسبب تقدم وتاخر زمانی باشد نہ اینکہ سبب ومسبب در بادی النظر ہم غیر قار الذات باشند
مثلاً گندم را اگر بزمینے افشانند این تخم ریزی سرمایۂ امیدواری حصول غلہ اضعاف مضاعف
پس از مدت باشد نظر تحقیقی را درین قصہ ہم اگرچہ سبب ومسبب غیر قار الذات نمایند اما انظار ظاہر

تقرب در اینجا کاسے نکردہ بحث رفتہ کار خود خواہد کرد مقربین را بمدارج علیا خواہند برد و باقیان
را بدرجات سافلہ خواہند نشانید و وجہ مدافعۃ این وہم قطع نظر از انکہ لفظ میمنہ و مشئمہ بزعم
این ہیچمدان شاہد آن است اول نص کنتم ازواجاً ثلثۃ است ظاہر است کہ اگر مقربین را داخل
اصحاب یمین خواہند فرمود تفریع او برسہ چگونہ راست خواہد آمد دیگر اینکہ واقعات در بارہائے
سلاطین را اگر غور کنیم بعض کسان را مے بینیم کہ از امکنہ مقررہ خود یکقدم بیشتر نتوانند نہاد و ما منا الا لہ
مقام معلوم و بعض پروردگان آغوش عنایت را مے بینیم ہر جا کہ خواہند نشینند و وقتے کہ خواہند
بیایند اگر کیفیت حضوری درگہ خداوندی راہم کہ روز جزا خواہد بود برہمین قصہ فرود آریم کدام حرج
است کہ نوک او بدل خلد القصہ ممکن بود کہ درین قضایا ہمچو قضیہ کل کاتب متحرک الاصابع وصف
عنوانی تقرب و اصحاب یمین بودن را مدا خلتے باشد مگر نہ بہ ہمعنی کہ وصف عنوانی علت و مقتضی
محکوم ست بلکہ مرادم اینست کہ محکوم علیہ این قضایا جہت تقرب و یمن بود این نیست کہ مثل
الکاتب ضاحک بالکل لغو و بیکار بود فقط ارائۃ محکوم علیہ اصلے نماید مگر چون ما یہ علم من بعلم ہمین
خیال نارسا من است نہ چیزے در سینہ دارم نہ در سفینہ جرأت این سخن در زبانم نیست۔

جواب سوال دوم وجہ اعتراض وانہ لقسم لو تعلمون عظیم مقسم علیہ است کہ باین الفاظ طیبہ انہ
لقرآن کریم درآوردہ اند عرضم اینست این مقسم علیہ از مقسم علیہا چنان برتر است کہ نور آفتاب از نور قمر اگر اینجا
اینست کہ شمس اگر بے نور گردد قمر راہم درے نیست کہ درین حالت ظلمت ذاتی بدریوزہ گری رود
آنجاہم ہمینست کہ اگر خدا نخواستہ قرآن شریف غلط باشد ہمہ قضایائے دینیہ غلط باشند بہرحین
مقسم علیہ یمین غلیظ باید تا سامعان را از خواب غفلت بیدار نماید مگر اینجا ہمہ اقسام بیکمرتبہ افتادہ
بودند آرے انتساب این ایمان بجانب ملک علام عظمتے دران سپردہ از ایمان دیگران ممتاز گردانیدہ
بود نظر برین بوجہ عظمت مقسم علیہ عظمتہ مشارالیہا را یاد دادہ آمادۂ قبول فرمودند تا مباد ایمان خداوندی
را ہمچو ایمان دیگر سرسری فہمیدہ رو بگردانند توجیہ دیگر اینکہ سفلیات را اگر بہر انفعال نہادہ اند علویات
را جلوۂ افعال دادہ اند ہر تغیرے و انقلابے کہ در خاکدان زمین و میدہد منشار آن در عالم اسباب
ہمین کواکب اندکہ باطوار مختلفہ می آیند و میروند عمدہ تغیرے و ہمین انقلابے کہ پس از انقلاب
ظہور نور قدم با بلیۂ حدوث بر روے کار آمد نزول قرآنی ست نظر برین زانچہ این انقلاب از

جواب سوال دوم

اختیار صیغهٔ جمع انسب آمد و استماع قسمی از انفعال است آواز دیگران بگوش رسیده کار خود میکند نه
همچو آنکه همچو ابصار و قلوب نور نظر با محبت برآمده مفعولات را در بر میکشد و ظاهر است که جهت
انفعال من حیث هو انفعال در تحقق خود فقط از روی عدم دارد ورنه قبول آثار که کارِ انفعال است
از چه رو هست اگر عدم نگویند تحصیل حاصل بر سر افتد مگر اینهم هویدا است که عدم من حیث هو عدم
مختلف الانواع نیست اگر هست وجود است اعتبار وجود عدم را چنان مختلف الانواع گرداند
که اعتبار اشکال نور اشکال سایه را مختلف الانواع نماید چنانکه اینجا اشکال نور سایه می نماید ورنه در
حقیقت سایه را با شکل چه کار که او عدمی است و این بهر وجودیات باشند همچنین انفعالیات
را قیاس باید کرد که فی حد ذاتها واحد باشند اختلاف آنها بحیثیت اختلاف مقبولات باشد
مگر چون سقط اشارهٔ علی سمعهم فقط قابل و انفعال است نه بلحاظ مقبول و اثر فاعل ورنه ختم چه فائده
دهد بالضرور ایراد بصیغهٔ مفرد انسب آمد اما اعتبارات مقبولات که جمعیت را در ان سپرده مطمح عطف
گردید تا اشاره شناسان بدانند که غرض از ختم دفع آوازها ست نظر برین اضافتی بوسیله علی
با آوازهای گوناگون پیوسته فهم ختم را بر فهم آنها حواله خواهد کرد الغرض غرض از عطف اشتراک
ختم است در معطوف و معطوف الیه و ختم در سمع اشاره تنوع میکند بدین وجه انجام ختم هر دو جا
بیک اندازه شد و پیدا است که ختم فعلی ست متعدی و قلوب و سمع بجانب مفعول افتاده اند
اندرین صورت غرض اصلی از عطف بیان کیفیت مفعولی یعنی کیفیت و انجام فعل بلحاظ تعلق مفعول
باشند چون آن کیفیت هر دو جا مختلف الانواع شد عطف بر استحسان خود ماند البته اینقدر فائده
زائده بدست افتاد که سمع بحیثیت ذات واحد و این تعدد محض بالائی است فیض مقبول است او وین
بدان ماند که در قالب معدنیات مختلف الانواع از سیم و طلا اندازند چنانکه آنجا وحدت شکل قالب
بانواع مختلفه پیوسته از هر یک وحدت وحدة خبر میدهد همچنین اینجا خیال باید فرمود. کمترین و متعلقان
کمترین همه مشمول عنایات ایزدی هستند و بخدمت میان محمد بشیر الدین صاحب و میان محمد اسحق
صاحب و برادران خود از من سلام برسانند و از احمد سلام خوانند دیگر هر که پرسد و یاد ماند از من
سلام معروض باد. سوال در آیت فاذا انشقت السماء فکانت وردة کالدهان الآیات بعض
آیات دیگر ربط آیت فبای آلاء ربکما تکذبان در فهم نمی آید زیرا که نعمتی در آنها نیست.

پرستان همین گندم را سبب و مسبب دانند نه ظهور آنرا بالجمله ترجی که موضوع له لعل است از معنی رجا
دور نیامده اما آنانکه از الفاظ نگذشته اند یا درین قصه نظر غور نفرموده اند لعل را بمعنی شاید میگیرند
شاید را مشعر شک پنداشته حیران می شوند نه شاید بمعنی شک است نه لعل اما شک سر و کار فقط
اشاره بامیدواری میکند که بنایش بر سببیه و مسببیه نهاده اند وظاهر است که سببیه و مسببیه منشاء
شک و عدم تیقن نیست شک و عدم تیقن را اگر در همچو مواقع جا میسر می آید وجهش آن باشد که ذی سببیه
یکے بمنسبته دیگرے شک یا در وجوب اسباب شک رود ورنه این نیست که در وجود اسباب ذی سببیه
آنها تیقن بود و با اینهمه شک از میان خیزد۔

جواب سوال ششم شجره نار در آیتیکه متضمن شجرهٔ مبارکه است شجرے از اشجار کوه طور
است تخصیص نوع او اینوقت یادندارم از تفاسیر دریابند مگر هرچه باشد مراد همین قسم شجر معروف
است حاجة تاویل بچیزے غیر مقید بجهت انیست مطابق ظهر آیة همین شجر دنیاوی است گو مستعد
اشاره بطن آیه چیزے دیگر باشد و شاید وجه استفسار همچو خطرات باشند القصه لکل آیة ظهر و بطن
مسلم است وظهر آیه ره همین معنی ظاهری دارد۔

جواب سوال هفتم وجه کراهت عطف مجموع بر مفرد و مفرد بر مجموع بایمعنی افهم هنوز نیامده
که جمع مقابل تثنیه و مفرد معطوف و معطوف علیه نتوان شد شاید مراد شان چیزے دیگر باشد
یا عطف جمله را بر مفرد مکروه داشته و غرض شان این باشد که جمله را بتاویل مفرد گردانیده اگر فاعل
یا مفعول گردانند مفرد برابر دعطف نکنند و اگر مراد شان همین است که آنجناب نوشته اند یا او شان
در تمهید این قاعده خطا کردند یا در تحدید این دائره بغلط افتادند این نوع بر اصناف شتی مشتمل باشد
و هر صنفے برنگ دگر بود یکے ازان مکروه هم بود نه همه و این که در قرآن شریف وارد شده ازان قسم
مکروه بکران باشد و اگر تمهید و تحدید شان همه صحیح است اعتبار معنی را بود نه الفاظ را۔

جواب سوال هشتم سمع مصدر است اطلاقش بر واحد و مجموع درست است و حکمة در جمع
لفظ سمع بے آنکه بعلامات جمع بنوازند بنظر این کم نظر آن است که در قلوب و ابصار اختلاف انواع
است و وجهش آن است که آن هر دو مظهر افعال اند و ظهور افعال بدون ملکه و قوة که بالیقین وجود
باشد صورت نه بندد و تفاوت و تشخص وجودیات بے لحوق فصول و ممیزات بدست نیاید بدین و

کس نمیداند که مشاهدهٔ تعمیر پس از اختتام آن بعد آن که اول علم نقشه بذهن باشد بر حدوث علم وقت مشاهده
دلالت نکند بلکه مشاهدهٔ مذکوره علم ظهور و ظهور علم اول باشد چنانکه این وجود ظهور وجود اول بود و فا
علم بحقیقة الحال بهمه برادران و جمله خانمان و مجمع حاضران سرگشته اگر یاد مانده سلام عرض دارند

مکتوب سوم بجواب بعض شبهات وارده بر آیت خالدین فیها مادامت السموات والارض

الا ماشاء ربک عطار غیر مجذوذ و معنیٔ شعر مثنوی ع زنده معشوق است عاشق مردهٔ * جمله
معشوق ست و عاشق پردهٔ * السلام علیکم جمله خطوط سوختهٔ آتش شدند آن وقت یاد نماند که خطوط
جواب طلب سوختنی نیند زین سبب تعین سوالات سامی دشوار افتاد نه حافظه ام درست و نه توجه
بهیچ امور ها دارم و نه خطوط موجود آنچه همچو سخنان بازاری در گوش است بنا بر جواب میگردانم اگر غلط
افتد معذورم در مادامت السموات والارض هر دو احتمال است اگر معنیٔ استقبال مراد داریم چنانچه
اکثر همین کنند در امثال این کلمات ما مراد دارند آسمان و زمین دوزخ و جنت مراد خواهد بود و
اگر نظر بر صیغهٔ ماضی افگنند آسمان و زمین دنیا گرفتن لازم خواهد بود مگر هر چه باشد منافیٔ خلود نخواهد
بود بلکه بلاغتے خواهد فزود اول دو سه مقدمه عرض میکنم آن را در گوش باید نهاد **اول** هر چیز را از ماده
و سامان حدوث و بقاء خویش از حدوث و بقا ناگزیر ست باز در صورت فراهمی این همه سامان در
کارخانهٔ اسباب وجود آنچیز نیز ضروری مکان را از حدوث و بقاء خویش از خشت و گل و چونه و چوب
وغیره و هیئت مجموعی چاره نیست و در صورت فراهمی اینهمه این هم ضروری ست که مکان در ساحت
وجود جلوه افروزد **دویم** لیس الخبر کالمعاینة دوام مشهود با دوام موعود نسنجد رسوخیکه آن را در قلوب
میسر آید این را نبود **سویم** هر چیز را دو گونه عمر ست یکے طبعی دوم عرضی مثلاً ثمرابه را بعد پختن
اگر بطور خود گذارند پنج و شش روز باقی ماند و بس و اگر در سرکه یا در شهد و روغن اندازند همون انبه
سالها سال ماند و متعفن و متغیر و فاسد نشود چون این دو سه مضمون هدیهٔ خدام شدند این هم
باید شنید اگر آسمان و زمین آخرت مراد گیرند اول این دوام و خلود که بهر کفار و مومن در دوزخ
و جنت است بوجه بقا و خلود زمین و آسمان آن یا همچو قضایا قیاسا نها بته دل رسد چه آسمان
و زمین آن دیار هر چند آسمان و زمین نبود که خمیر مایهٔ بنی آدم بود اما ازین هم چه کم که بدل ما یتحلل آن
توان خواند مرادم اینست که قابلیتے بشما داده اند و قابلیتے که بزمین نهاده اند بمنزل حلة تا منئی

سوال دوم جملهٔ لیعلم الله من ینصره که در سورهٔ حدید واقع است باوجود قدم علم آوردن لام برای کدام فائده است

مکتوب دوم ایضاً بجوابنامه مولوی محمد صدیق صاحب مرادآبادی

سراپا عنایت و محبت مخدوم مکرم مولوی محمد صدیق صاحب سلمه الله تعالی۔

کمترین محمد قاسم پس از سلام مسنون مدعا نگارست در جواب نامهٔ اول اگرچه تاخیر شد مگر تقصیر نشد پس از ورود نامهٔ اول روزے چند بوجه کاهلی تاخیر شد باز از یادم رفت وقت روانگیم برامپور منهیاران یاد آمد جوابش نوشتم و همره گرفتم و بدل مصمم کردم که برامپور نظر ثانی کرده بڈاک خواهم رسانید اما در هجوم احباب فرصت نیافتم همدران ایام اسباب کشاکشی بریلی خاستند هرچند خواستم که نزدم اما مولوی محمد منیر صاحب کشیده بردند درین رداروی درارسال التوا دیگر در آمد وقت واپسی از بریلی یاد دارم آن نامه را به نقی الدین خان سپردم یا مولوی احمد حسن صاحب همراه خود معرض نقل بردند القصه آن نامه را از یکے ازین دو صاحب باید گرفت باقی ماندند سوالات دیگر جواب آنها درین نامه عرض میکنم آیات سورهٔ رحمن که بآنها اشاره فرموده‌اند اشاره بنعمتها دارند که به سلب آنها آیات مذکوره دلالت دارند ظاهرست که سلب نعمت بے وجود نعمت نتوان شد و اینهم ظاهر است که مجمله امور مشارالیها یا زوال سامان نعمتاند یا زوال عافیت که عین نعمت است و لفظ لیعلم الله بر نفس تقدم و تاخر یا قبل لام و یا بعد آن دلالت میکند نه بر تقدم زمانی خاص اگر گوئیم اسرجت السراج لیتنور المکان لام لیتنور بر علیت اسراج و معلولیت تنور و تقدم و تاخر ذاتی ماقبل و مابعد دلالت خواهد کرد نه بر تقدم و تاخر زمانی آرے انزال کتب و انزال حدید هم خود از زمانیات و حوادث می نماید حیثیت جوابش

جوابش اینست که چنانکه بهر تعمیر امکنه اول نقشه میکشند و باز موافق آن تعمیر مے نمایند همچنین بهر بناء و ایجاد این عالم اول نقشه کشیده اند نامش شاید عالم مثال است و گمانم چنین است که آن قدیم است دران عالم اول این تقدم و تاخر در پیرایهٔ تقدم و تاخر ذاتی برروی کار آمد و باز موافق آن ظهور فرموده به تقدم و تاخر زمانی موسوم گشت اینجا چنانکه انزال کتب و انزال حدید زمانی و حادث است همچنان علم مذکور هم حادث باشد و آنجا این همه قدیم اند علم هم قدیم باشد و چون بناشد هرچه اینجاست همه اول آنجا بوجود آمد باز بر طبق آن اینجا ساخته شد اینجا اگر انزال و ارسال و علم است آنجا نیز اینهمه امور باشند آرے هرجا مناسب آنجا لیکن این حدوث اینجا پس از قدم علم اول منافی شان الوهیت نباشد

طبیعت این است کہ ہر شے را تا بقاء سامانش بقا بود و بس و اسباب بقا را اگر بغنا بزند میباید کہ
این شے ہم در رکاب او باشد نظر برین زیادہ از زیادہ مدت قیام نبی آدم اگر میتوان شد ہمان
مدت قیام و بقاء ارض و سما باشد زیادہ ازان اگر بقا بدست افتد ہا نا از سبب دیگر بود اندرین
صورت می باید کہ مدت قیام و بقاے بنی آدم باعتبار اصل فطرۃ زیادہ از مدت قیام ارض و سما
نبود آرے بیش خوبی عنایت و عظمت جرائم شان این مدت را بشمار نتوان آورد زین سبب افزائش
باسباب دیگر لازم افتاد این است کہ اول خالدین فیہا ما دامت السموات والارض فرمودند باز
باستثناء الا ما شاء ربک افزودند مگر چون در نظر بنی آدم کہ کوتہ اندیشی شان از کوتاہی اعمار شان ہویدا است
چہ درین عمر کوتاہ دور اندیشہاے دور و دراز چہ دانند عمر آسمان و زمین عمریست کہ زیادہ ازان چہ
باشد توقیت بعمر آسمان و زمین مناسب آمد تا این طول بقاء آنہا کہ ہمسنگ دوام مفہوم است این
مضمون را بدل محکم زند باز افزایش الا ما شاء ربک مبالغہ بے تحقیقے دگر باشد چہ شیئیۃ ہر کس بلکہ
جملہ صفاتش از زیادہ از بقاء اش بقا نبود و میدانی کہ خداوند عالم را تا کجاست و اصل ہمین است کہ ہر چیز
بحالت اصلی خود باشد چہ عروض عوارض اتفاقی است و اینجا ہم مفقود آرے صفتے مزاحم صفتے دیگر
توان شد رحمت معارض غضب میتوان شد مگر اسباب خارجہ را آنجا مجال تاثیر نیست تا فکر افزایش
امید رنج و آسایش را در خیال خام جلوہ دہد و اگر استثناء الا ما شاء ربک بدامن خالدین بیاویزند بلکہ
استدراک آن فنا مقصود آرند کہ مخالف طبیعۃ ارض و سما آید خلاصۂ مرام آن باشد کہ از فنا خارجی
حسابے نباید گرفت بلکہ بر دوام طبعی نظر باید انداخت مگر خود دانستہ کہ ہمچو موالید ثلثہ آسمان و زمین را
بوجہ تقضا ارکان فنا طبعی زیر حکم خود نگیرد و اینہم معلوم شد کہ در ہمچو قضایا نظر اگر باشد بر طبیعت باشد
پس اندرین صورت این توقیت و تعلیق نصی صریح بر خلود و دوام باشد و بوجہ نکات معروضہ بلاغتے
عظیم بدست آید واللہ اعلم وعلمہ اتم ربط استثناء باین مضمون کہ عرض کردہ ام بطور اتصال مستقیم نتوان
شد و اگر اہل محاورہ تسلیم کنند بطور انقطاع خواہد بود والعاقل تکفیہ الاشارہ۔

جواب سوال سوم ۔ع زندہ معشوق است عاشق مردۂ + ما بہ الامتیاز عاشق و معشوق
رضا جوئی و خود رائی است یکے از رضاے خود را برضاے دیگرے بست زندگی کہ عبارت از جسم
با لا رادہ بود بال و پر انداخت و چون اینست این حیثیت و این اعتبار از زندگی ہم دست برداشت

آدم و دیگر اشیاء واقعۂ فیما بین السماء والارض است و ہمین باشد کہ اکثر بعد السموات والارض لفظ وما بینہما می افزایند تا دانند کہ این تعقیب ذکری ثمرۂ آن تعاقب ذاتیست کہ در علۃ و معلول وسبب و مسبب خانہ نشین است باز بارشاد جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء وانزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرات رزقا لکم باین طرف راہ نمودہ اند کہ سامان بقاء بنی آدم بین ارض وسماست کہ اول ذریعۂ حدوث اوشان بود مگر اگر فرض کنیم کہ اخگر را از میان ہیزم گرفتہ اخگر دیگر را برو یا در برابر او نہند در کار احراق ہیچ فتورے وقصورے نیاید باز اگر آب را بریزند و ہوا را بسمت دیگر برند وہمچنین بدیگر کشندگان آتش کنند احتمال فتور خارجی ہم برخیزد لیکن بیشتر نظر بر طبائع دارند وخیال موانع خارجیہ ہا ہمدم برلب آیند کہ احتمال موانع خارجیہ در پیش آید ورنہ بدون استثناء موانع قضایائے طبعیہ را بپیرایۂ دوام کشند مثلاً گویند آتش میسوزد وآب آتش را میکشد از زہر میرند واز آب حیات باز زندہ شوند ایںہمہ قضایائے طبعیہ بہ پیرایۂ دوام مذکور شوند و ہر کس ازین قضایا دوام فہمد الحاصل آسمان وزمین دوزخ وجنت ہر چند اصل خمیر بنی آدم نبود بلکہ خمیر انسانی بشہادۃ یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات مبدل میشود مگر این تبدل ہیچو تبدل اخگر بجاے اخگر موجب تخلل تاثیر خمیر نباشد وخود پیداست کہ آسمان وزمین را اگر فناست باسباب خارجی ست نہ فناء بنیانی عناصر کہ در طبائع انسانی وحیوانی وغیرہ نہادہ اند انجا رخنہ گر بناء جسمانی شان شود وشاید ہمین است کہ از اول تا آخر بیک انداز قائم اند فارجع البصر ہل تری من فطور وہمین است کہ فناء ارض وسما بنفخ صور تقدیر یافتہ اند بصورت مقتضاے طبعی ارضی وسمائی دوام بود پس چون این دوام طبعی را در نظر دارند بنا بر خمیر مایہ بودن با بدیت آنہا نظر گمارند این خود محقق شود کہ ارض وسماء را دوام است وتا دوام آنہا دوام بنی آدم ضرور نیست واللہ اعلم بحقیقۃ الحال باز اگر ذبح موت را در خیال خود محفوظ داشتہ بیاد آرند کہ فنائیت سما وارض را در کار آنہا راہ نداده اند احتمال موانع دوام ہم رہزن استمرار آنہا نیست بالجملہ خلود بنی آدم را کہ درین آیۃ مذکور ست اگر بوقت بقاء سما وارض دار آخرت دارند گویا معلول را با علتش بیان کردہ اند تا بر خلود دوام شان برہان نیز ہمراہ بود واحتمال دگر راہ ندہد چون دوام ارض وسما بمنزل شہود است اندرین صورت یقین خلود در استحکامی دیگر بدست افتد واگر از آسمان و زمین درین آیۂ کریمہ آسمان وزمین دنیا مراد دارند بالا ہر آنچہ مذکور شد ایہم شبہ نیست کہ اصل مقتضاے

هل نجازی الا الکفور پرسیده اند و حاصل سوال بظاهر اینست که جزا و سزا مخصوص بکفار نیست عصاة مومنین نیز بجهنم اعاذنا الله منها روند و معذب شوند اندرین صورت این حصر چه معنی دارد —
جواب این شبهه بدو گونه می نویسیم اول آنکه عصیان مومنین از ته دل نبود بلکه اقتضاء ایمانی معارض اوست مگر غلبه اثر دیگر داخلی یا خارجی سرمایهٔ عصیان میگردد اندرین صورت منشاء این اثر چیزے باشد که بذات خود عارضی است و باقتضاے ذات راغب بمعاصی است آن را شیطان نام نهی یا نفس نافرجام مگر چون اینچنین است این مجازات در حق مومن بالعرض بود و بالذات معذب همان چیز باشد که بالذات عاصی است حاصل این تقریر آن باشد که اگر موصوف بالذات بعصیان چیز داخلی است فرض کنیم همان را نفس گویید آن چیز داخلی دگر باشد و منشاء اذعان ایمانی چیز دگر و اختلاط این دو متضادین آنچنان بود که در ابدان ما و شما و دیگر مرکبات عنصریه آب را با آتش گره داده اند بهر حال تسلیم تضاد فیما بین ضروری است ورنه کفر و ایمان باین تضاد و تقابل که دانی و همه دانند از یک خمیر زایند و اگر سرمایهٔ اثر مشار الیه امری ست خارجی مثلاً شیطان در حق آن اثر عارض و منضم ادخال جهنم جزاء بود اگر آنرا قابل آن دانند و در حق مومن تطهیر اگر اثر مذکور را قابل مجازات نه پنداری بارے ازین چه کم که این ادخال مومن در حق او مجازات نبود تطهیر باشد که لاجرم ناشی از رحمت است نه غضب تا پاداش و مجازات خوانی و آثار غضب دانی و این بدان ماند که نقره و زر در بوته گذارند و بگدازند تا چرک از روی تابانش جدا او فتد و جمال مستور او ازین پرده نازیبا برآید یا اولاد خود را بحجام و جراح حواله کنند تا نشتر زنند و آلایش از دل او برآرد و پاک سازد و طرز دویم اینکه دخول و وقوع از مجازات و ادخال عام است که گاهے کسے را در آب و آتش اندازند و گاهے پاۓ او بلغزد و بیفتد آن را خود اندازند و باز نه برآرند و انرا اندرون نه بخشند و چون بخشند که خود انداخته اند و آنکه بوجه عناد کسے را بچاه و آتشدان می اندازد غرض او همین باشد که بمیرد پس دست او چه گیرد و آنکه پاۓ او لغزید و بیفتاد از هر طرف بهر اخراج او دوند و تا مقدور زنده برند همین طور قصهٔ دوزخ است اعاذنا الله منها کفار را خود بیندازند و باز نه برآورند و مومنان را پاۓ بلغزد و بدین سبب دران در آیند همین ست که او شان را از ره ابواب نه برند از ره پل برند و میدانی که در و دروازه بهر دخول و ادخال است و پل بهر عبور و مرور نه بهر وقوع و دخول اگر کسے بیفتد این اقتضاء پل و صراط نیست بالغرض

درنہ زندگی بے ارادت حیات بے حیثیت بود و ہو کما تری بالجملہ معشوق است و عاشق بردہ
عاشق را احتیاج و نیاز و معشوق را بے غرضی و بے نیازی لازم است و میدانی کہ حاجت خبز
از عدم خبز و حاجت نان از عدم نان است و احتیاج آب در صورت عدم آب و اگر وجود اہل شیا
است باز بہمہ طور بے نیازی است پس ہستی مناط معشوقی و نیستی مدار عاشقی بود لہذا درین صورت
جملہ معشوق آمد مگر چون وجودات خاصہ را احاطہ اعدام آنہا چنان ضروری است کہ مقید را قیود
در آغوش گیر بود و از چار طرف گرد آیند لاجرم حیلوا لآن ہیچ حیلولہ پردہ در میان آن وجودات و مدرکات
آن ضروری است با اینہمہ بتصویر شاید تصور این مضمون دشوار افتد مگر چہ توان کرد کہ زیادہ ازین
توضیح ہم دشوار است بالخصوص درینوقت کہ افکار دیگر بر سر اند پریروز جواب سوالے کہ تعلق بنفوذ
قضاء قاضی داشت بر پنج و شش ورق نوشتم دیروز جواب و سوال کہ یکے از وجود اجزاء و وجود
کل اتحاد و تغایر آنہا تعلق داشت و دیگر از غنا و مزامیر بود بزبان عربی بر دو ورق کلان کہ مساوی
چار ورق این تقطیع باشد رقم زدم امروز یاد عنایت باعث این تحریر شد غرض ہجوم سوالات و لوازم
افکار و مزاحمت کار ہائے دیگر کہ نتیجہ آن در امروز و فردا مسموع خواہد شد انشاء اللہ تعالے جل جلالہ
اطمینان از دل و فرصت از اوقات بربودند الہم در دلم حیثیت و از قلم چہ میریزد اگر غلط است ہمچنین
اینست و اگر صحیح است الحمد للہ جل جلالہ ہمہ برادران و اقارب خویش و یاد آوران حقیر را سلام مسنون

مکتوب چہارم متعلق تفسیر کریمہ ہل نجازی الا الکفور و وجہ اختیار اوصاف اربعہ در سورۂ
قل اعوذ برب الناس بسم اللہ الرحمن الرحیم کمترین انام محمد قاسم نام بخدمت عزیز از جان مولوی سید
احمد حسن زادہ اللہ کما لا یُبس از سلام مسنون و شوق مکنون مطالعہ فرمایند از ان عزیز جدا شدہ بطویکہ
شدہ بدہلی رسیدم و دیدم کہ خطوط اطراف و جوانب سیدہ نہادہ اند منجملہ عنایت نامۂ مولوی عبدالعزیز
صاحب ہم بود اول بہر جوابش قلم برداشتم و در اوقات مختلفہ کم و بیش نوشتہ غالبا شب جمعہ کہ شب
دوازدہم این ماہ بود بانجام رسانیدم نوبت بہ بست و یک ورق رسید اکنون جواب نامۂ خود باید
شنید وجہ ہجوم اشغال اتفاق تحریر جواب نشدہ بود معاف فرمایند اینوقت ہم دشوار است چہ
عزیزم حاجی ظہور الدین احمد کہ بتقریب استقبال حاجی مولوی ولایت علی ماموں خود و برادر ماموں زاد
خود حاجی محمد اکرم آمدہ اند پیش نظر اند مگر خاطر مولوی احمد حسن صاحب عزیز تر است آن عزیز از آیہ

مکتوب چہارم

یافت مگر ہر چہ باد اباد ایہمہ از ذات بحت فروتر است جمال و کمال را خود میدانی کہ از مرتبۂ صفات
بالا رفتن نتواند ہمچنین احسان او تعالےٰ ہمین است، کہ ازان طرف چیزے افاضہ فرمودہ اند
پس چنانکہ نور صادر از شمس برین فائض می شود ہمچنین صادرات آن طرف کہ ہمین صفات
باریتعالےٰ باشد باینطرف فائز می شوند و ازینجا دانستہ باشی کہ آنچہ بزرگان صوفیہ کرام فرمودہ اند
کہ ممکنات مظاہر صفات باریتعالےٰ اند حق است آرے اولین صادر ہمین صفۃ وجود بود کہ نمود
ما ازوست مگر چون حقیقۃ احسان او تعالےٰ دانستی قدرے از قرب او تعالےٰ نیز فہمیدہ باشی چہ
اندرین صورت واسطہ فی العروض در جملہ صفات خداوند تعالےٰ باشد و موافق تقریر متعلق آیہ
اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ کہ در تحریر مسطور است قریب چہ اقربیۃ او تعالےٰ مشہود شدہ باشد چون قصہ
ایہمچنین است تعالق جملہ اقسام محبت کمالی باشد یا جمالی احسانی باشد یا قربی واضح شدہ باشد
و اینہم واضح شدہ باشد کہ الوہیت از ملکیۃ بالاتر ست وجہ این تفاوت این است کہ مصداق
ملکیۃ او تعالےٰ ہمین قوۃ تصرفات و ملکہ حکمرانی او تعالےٰ است کہ در قرآن مجید الرحمن ہمچو آیات

اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ مَا لَا یَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا۔

بملک نفع و ضرر تعبیر فرمودہ اند و میدانی کہ نفع ہمین افاضہ است و ضرر سلب آن اگر بمحلی فرود آرند
ہمان محمل ربوبیۃ بر آید کہ فعلیت قوۃ و ملکہ ملکیۃ است و میدانی کہ قوۃ و ملکہ از فعلیت سابق است
مگر متعلق محبت کہ موجب تذلل معروف است بالا مرتبہ ربوبیۃ و ملکیۃ است درین دو مرتبہ منشاء
اضافۃ آن طرف است البتہ آن اضافۃ صادرہ ازان جانب واقع برین جانب
است ورنہ قطع نظر از وقوع فی مرتبۃ الذات کائنات ازین اضافۃ بہرہ ندارند
و بدین سبب اگر گوئیم کہ اینطرف استغناء و افراد مقابل اضافت است بجا باشد و در مرتبہ محبوبیۃ
منشاء و مصدر اضافۃ این طرف است و این اضافۃ محبۃ واقع بران طرف است و بدین نظر اگر
گوئیم کہ آنمرتبہ من حیث ہو ازین اضافۃ بہرہ ندارد بلکہ من حیث ہو افراد و استغنا است نہ اضافت
درست باشد ازین قدر بخوبی روشن توان شد کہ مرتبہ محبوبیۃ کہ ہمانا مرتبۂ الوہیت است از الوہیت
و ملکیۃ بالا است چہ مقید و مضاف از مطلق و مفرد فروتر باشد بالجملہ چنانکہ مناط ربوبیۃ بر ملکیۃ
است مناط ملکیۃ بر الوہیت است چنانکہ ملکیۃ کار پرداز الوہیت است ربوبیۃ از کارپردازان اوست

او باشد نظر برین این را مجازات نباید گفت غرض مجازات فعل خداوندی ست نه فعل عبد یا نعوذ بالله
فعل عبد است نه فعل معبود چون مومنان را پاے بلغزد از هر طرف شفیعان بدوند و برارند باین تقریر حل
بسیارے از مشکلات حدیث و قرآن بسهولة توان کرد فقط قل اعوذ برب الناس ملک الناس اله
الناس من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنة والناس در سورهٔ الناس
وجه تعوذ بسه اوصاف از یک شر وسواس اینست والله اعلم که وسوسه را با ایمان تقابل است ایمان عزم
واقتضاء انقیاد را گویند و وسوسه را وسوسے دگر است چنانکه هویدا است مگر مبدا اول ایمانی همین
ربوبیة او تعالے است اول نشو و نما انقیاد و تذلل بمشاهده تربیتهاء بے پایان او تعالے باشد و
ربوبیة خداوندی را دانی که دست بدامان ملکیة دارد چنانکه غلام بقبضهٔ آقا خود محبوس بود و بدین سبب
کسب معیشت نتواند یا زوجه در قبضهٔ مالک بضعه خود محبوس باشد و بدین وجه قوت خود بهم نتوان
کرد همچنین بلکه زائد ازین جمله کائنات در قبضهٔ اقتدار مالک الملک علی الاطلاق ملک الناس محبوس
هستند پس چنانچه نان و نفقهٔ غلام و زوجه بحکم حبس بر آقا و زوج باشد نه بحکم ملک یمین و ملک نکاح
ورنه نفقهٔ ایام اباق و نشوز و خروج هم بگردنش ثبت می شد همچنین نفقهٔ جمیع عباد بحکم حبس مذکور بذمهٔ
خداوند کریم باشد و باینوجه که خروج از قبضهٔ قدرتش محال ست سقوط عباد هم محتمل نیست و میدانی
که در ربوبیة همین اعطاء ضروریات روحانی و جسمانی باشد دیگر چه باشد لیکن چنانکه ربوبیة منوط بملکیة
بود همچنین ملکیة از الوهیة خبر میدهد شرح این معما اینست که الوهیت همین معبودیت باشد و معبودیة
بحکم تضائف بار خود بر عبودیت دارد و عبودیة را دانی که همین تذلل و انقیاد است و بس لیکن بنا تذلل فقط
بر محبت است امرے دیگر منشاء این کیفیت نتوان شد آرے گاهے بیواسطهٔ دگران روے نیاز
بمحبوب خود باشد چنانکه عاشقان را پیش معشوقان مشاهده کرده باشی و گاهے وسائط بمیان باشند
نیاز بکه بخدمت دربان و پاسبان و اقارب در قباء باشد از همین قسم است و نوکر هر چه با آقاء نعمت
خود میکند از همین قسم غرض اصلی او مقدار اجرت است اگر آقاء نوکر را برطرف کند با زر و سوائش میکند
اگر آقاء محبوب بالذات بودے انقیاد وندش نوکر حتی الدوام بود چون این مقدمه هویدا شد از
موجبات محبت نیز باید گفت متعلق محبت بصیغهٔ مفعول در ما نحن فیه جمال و کمال خداوندی است
که ذاتی است و عرضهٔ زوال نتوان شد یا احسان و قرب او تعالے که احتمال انفکاک او بدل راه نتوان

کثیر المقدار نطفہ و بیضہ واز ابر باران بر آرند واز آفتاب نور واز علت معلول واز وجود ہیاکل ممکنہ را بر آرند غرض از زیر تا بالا در پیدا کردن ہمین شگافتن ست و بس اندرین صورت ب الفلق کنایہ از خالق باشد مگر بحیثیت تربیتہ کہ عنایت را مستلزم است نظر برین دربارہ حفظ مخلوقات استعانت راسزد و حفظ را دانستہ کہ از چار چیز ضرورست اول اشارہ باول است و ثانی بثانی و ثالث بثالث و رابع برابع وجہ این تطبیق آن است کہ اضافت شر بما خلق مشیر بآن است کہ آن شر مقتضاء ماہیتش بود و دانی کہ سبزہ خواری مقتضائے طبیعت جانوران صحرائی است پس از ینکہ من شر غاسق اذا وقب فرمودند گویا اشارہ بارتفاع اسباب و معدات کردند چہ قید اذا وقب دلالت بران دارد کہ غاسق را اگر چیزے بہ پوشد موجب انبعاث شر باشد ورنہ شر نخیزد مگر دانی کہ حاصل این وقوب این وقت ہمین انقطاع علاقہ از ماشد پس اول علاقہ را مقید خود باید انگاشت تا انقطاع او موجب شر شود و پیداست کہ افادہ علاقہ جز اسباب و سامان در شیا دگر نباشد بعد ازین و من شر النفثت فی العقد فرمودہ اشارہ بتعوذ از موانع ترقی کردہ اند چہ نفث فی العقد سحر بود و اثرش میدانی کہ ہمین عروض عوارض مخالف طبیعت اصلی بود کہ مانع از ظہور آثار اوست شبیہ برف واقع علی الاشجار کہ حرارت عزیزیش را محتقن گرداند واز نشو و نما و ترقی باز دارد مشابہت تام دارد چنانچہ جملہ کانما انشط من عقال در ہمچو احادیث متعلقہ سحر یہودیان بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وارد است دلالت برانقدر دارد کہ چیزے بران حضرت صلی اللہ علیہ وسلم غالب آمدہ مقتضیات طبعی را پوشیدہ بود پس ازان من شر حاسد اذا حسد فرمودہ بتعوذ از مفسدان کینہ کش کردند کہ بنایش بر عداوۃ است نہ آنکہ ہمچو خواہش جانوران مقتضائے ماہیت انسانی است واللہ اعلم وعلمہ اتم و احکم

مکتوب پنجم دربیان معنی بیت مثنوی شریف ؎ کفر گیرد کاملے ملت شود ✤ ہر چہ گیرد علتے علت شود ✤ بسم اللہ الرحمن الرحیم سراپا عنایت و کرم مرزا عبد القادر بیگ صاحب دام عنایتکم این کمترین خلایق کہ محمد قاسم اش خوانند سلام مسنون خواندہ عرض پرداز ست من بہ دیوبند بتقریب شادی مولوی محمود حسن صاحب رفتہ بودم کہ عنایت نامہ بنام این ہیچمدان درین شہر کول رسید چون باز آمدم وآن نامہ را گرفتہ لفافہ دریدم دیدم کہ این خاک بیز کوچہ رسوائی را بآسمان رفعت و علا رسانیدند کمال خود معلوم احوال خود معلوم ہمانا از نظر بندیہائے آن بدیع العجائب باشد کہ بنظر ہمچو اہل دانش و بینش این کم

تسخیر که همانا از مقتضیات ملکیت است سرمایهٔ گرم بازاری الوهیت باشد و تربیت مناسب که از
آثار ربوبیة است عمده دستکاری ملکیت بود نظر برین ربوبیت نیز از کار پردازان الوهیت
و مجوبیة خواهد بود پس آنکه از وسوسه پناه جوید ازین راه پایه بپایه معبود خود رسد و چارهٔ کار
خود که همانا کار اوست بجوید و از کس دیگر نگوید هان اگر وسوسه را مخالفه باقتضاء معبودیت نبودے
البته تعوذ از ان ازین درگاه باین راه نمی بایست که هر کارے و هر مردے مگر قاعدهٔ علاج
بالضد را خود میدانی نظر برین پناه از وسوسه بدرگاه معبودیه و الوهیة می باید جست مگر افتادگان
حضیض عبودیة را رسانیدن عرائض خود تا بآن درگاه بے وساطت نوآبش درجه بدرجه خیال
متعسر است که رعایای ملکه را عرض حال خود بیواسطه کمشنر و لفٹنٹ و لارڈ دشوار باشد ازینجا
وجه ترک واو عاطفه مابین اوصاف مسطوره اعنی رب الناس ملک الناس اله الناس و اختیار
ابدال هم داشته باشی و هم مطلب اصلی موجه شده باشد یعنے وجه پناه جوئی بسه درگاه متنازله
که یکے نائب دیگر است از یک بلاء واضح شده باشد مگر خوبتر آن ست که اینجانب هم تثلیث مناسب
بر آمده شود غرض من و سواس را بیان حقیقة متعوذ منه پندار و این را مقابل مرتبهٔ الوهیت از
که ملک الناس و رب الناس عنوان همان حقیقة اند و خناس را از خواص او باید شمرد که قاهر بران جز
ملکیت که از خواص الوهیت است نتوان شد چه حال این خنوس همین اختفاست که کار دزدان
باشد و تدبیر مدافعت او شان جز شاهان از کس دیگر امید نتوان کرد الذی یوسوس بیان فعل همه
وسواسے است که دافع آن جز تربیت که کار الوهیت بواسطه ملکیة است نتوان شد اکنون از
وجه توحید متعوذ به و تربیع متعوذ منه در سورهٔ فلق هم بقدر فهم مے باید گفت نهالے اگر باغے نشاندہ
باشند اول ضرورست که لب و دهن وغیره جانوران سبزخوار وغیره بدان نرسد دویم ضرورست
که آب چاه و نهر و باران و هواء و حرارة آفتاب باو رسد سویم برف وغیره اسباب اختناق چراغ
عزیزیش بر و نیفتد چهارم اعداء مالک مثلاً بوجه عداوت شاخ و برگ نه برند و بیخ او نه بر کنند اگر اینهمه
سامان فراهم شد امید است که آن نهال گل و بار آرد ورنه امید کامیابی معلوم چون این مقدمه ممهد
شد میباید شنید که فلق چه اولین سامان روئیدگی است مگر این انداز پیدا کردن نه مخصوص به نباتات است
بلکه در جمله مخلوقات همین سان کشند چیزے را از چیزے مے بر آرند و همین را شگافتن گویند از غذاء

ہمچنین منشاء اقرار شہادتین و انکار آن در اوقات مختلفہ وقت کمال ایمان ہمون کیفیت ایمانی اگر باشد
چہ حرج یعنی وقتے اگر منشاء خاطر اظہار ما فی الضمیر میباشد و این اکثر است و وقتے بغرض چند کہ متعلق
بایمان باشند اخفاء این سر مکتوم ہم میباشد عظیمترین آن اغراض اعلاء کلمۃ اللہ و ترقیٔ دین و وعظ
و پند خلایق میباشد کہ در صورت کشتہ شدن متصور نیست بدین سبب مقتضاے ایمان در ہمچو
اوقات کہ خوف جان باشد کتمان ایمان بود و این خود دانی کہ بے اجراء کلمۂ کفر بر زبان نتوان شدن
چنانچہ حضرت عمار بن یاسر و ہم بعض دیگر اکابر در چنین اوقات کردہ اند و ہمین کاملان اند کہ اوشان
با تبطور کفر گرفتند و ملت شد مارا و شمارا اکنون رخصت این قسم جان بر بہا در چنین اوقات بہم رسید
بالجملہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم خبر اینچنین کفر گوئیہاے حضرت عمار رضی اللہ عنہ
شنیدہ تفت نشدند و بر عکس راے دیگران فرمودند کہ عمار کافر نشدہ از سر تا پا بہ ایمان پر شدہ و نیز
کہ حضرت عمار را خواندہ فرمودند کہ اگر باز چنین اتفاق افتد باز ہمچنین بگو و جان از دست کفار بسلامت
آر از این ارشاد کہ از سر تا پا بایمان پر شد ہمین بدل میریزد کہ باعث این قسم بدگوئیہا کیفیتے ایمانی
بود فقط محبت جانی نبود و اگر سببش فقط علاقۂ محبت جانی بود و غرض نبوی صلے اللہ علیہ و آلہ
وسلم ازین ارشاد تغابنط بکفران حضرت عمار بود فقط نہ تزاید ایمان اوشان بوجہ این فعل چنانچہ ظاہر
مے نماید دران صورت ہم این سنیت اوشان مباح ماند فقط اگر فرق ہست اینست کہ در صورت اولے
در حقیقت فعل عماری و حقیقت افعال امثال ما فرق باشد و صورت متحد مگر چہ حرج کہ در ارتکاب رخص
ما و پیغمبر ما صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اگر اتحاد ہست فقط در صورت است در حقیقت فرق زمین و آسمان
ست چہ ارتکاب رخصہا نیز مثل ارتکاب عزیمتہا بران حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم عزیمۃ بود
یعنی در معاملات ذو جہتین کہ در یکطرف آن از کردن و ناکردن ہر دو ضروری بود تا الزام یک جانب
از آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم موجب مغلطۂ عوام نشود بالجملہ افعال نبوی صلے اللہ علیہ و آلہ
وسلم بدینوجہ کار تبلیغ ازان می برآید در ہمچو معاملات بہر طرح خواہ از قسم کردن باشد یا از قسم ترک
از قسم عزیمۃ در حق آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم بود در حق ما تبعان با آن کہ ہر چہ گرفتہ ایم از آنحضرت
صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم گرفتہ ایم آنچہ کہ رضاے باری بدان تعلق یافتہ و نوعے از تحریض و ترغیب
بدان کردہ اند عزیمۃ است ورنہ رخصت یعنی بہتر آن ست کہ نکنند و اگر کنند عذابی و عتابے نیست

کبوتر را شهباز بلند پرواز نموده اند اگر حکّ خیالات از صفحهٔ قلوب مردم بمن آموختندے لاجرم این
خیال باطل را از خاطر سامی محو کرده نقش حقیقت خود بجلوت انعکاس طبیعت سامی آوردمی اکنون
بجز آنکه التماسے بدرگاه مجیب الدعوات دربارهٔ صدق حسن ظن آن مخدوم و دیگر مکرمان کنم خداوند کریم
آن مخدومان را از لوث کذب و مرا از بازپرس محمدة بیوجه باز دارد اکنون سخنے دیگر مبرا هم معنی است
کفر گیرد کاملے ملت شود ÷ هر چه گیرد علتے علت شود ÷ بیان تمهیدے موقوف است تمهید درین عالم اگر
دیده بگشایم هر چیز را حقیقتے نهاده اند و هر حقیقت را صورت مناسب آن داده اند انسان را حقیقتے
است روح انسانی و صورتے ست این پیکر جسمانی در محاورات باهمی از هر زبان که باشد اطلاق
انسان بر حقیقت و صورت هر دو جدا جدا می کنند و از همین جاست که احکام بدن را سوے حقیقت
راجع می نمایند میگویند زید عمرو را زد و عمرو زید را کشت و امثال ذلک درین جملهٔ احکام بدنی منسوب الیه
زید و عمرو را قرار میدهند حالانکه مصداق زید و عمرو روح اوست که فرسنگها ازین غرضها دور ست
نه بدان او که درین معرکه مورد زد و کوب گردیده چون اینقدر دانسته شد باید دانست که ایمان و کفر را نیز
حقیقتے است که روح ایمان و کفر آن را باید خواند و صورتے است که شعار و افعال آن باشد مثلاً اقرار شهادتین
صورت ایمان است و انکار یکے ازان صورت کفر پس اگر کاملے در ایمان صورت کفر را بر گیرد می توان گفت
که فلان کس کفر بگرفت و همچنین اگر منافقے صورت ایمان بر روے کار آورد اگر گویند که ایمان آورد
یا ایمان بگرفت بجا باشد لیکن از وفور دانش آن مخدوم میدانم که بسیارے آثار حقیقت و صورت پیوسته
باشند در صورت انسانی چه آثار ها از حرکات و سکنات و کیفیات شادی و غمی و خنده و گریه وغیره
که از روح انسانی و حقیقت انسانی نمیرسد اگر روح انسانی را با پیکر جسمانی سروکارے نماند و این علاقه که
مے بینی از میان برخیزد باز ازین آثار ها نشانے نخواهی یافت نظر برین داشته باشی هر چند حقیقت
ایمانی را با پیکر کفر بهم زنند و آن شاهد جان را درین سرا پردهٔ ظلمانی نهند باز هم نورے و ظهورے
ازان طرف هم باشد بلکه خود این پیکر یکے از آثار آن شاهد باشد و این صورت خود یکے از مقتضیات آن
مستورهٔ معنی بود اگر نشانش بکار است همین خنده و گریه را ببین که اقتضاء همان امور باطنه است آن
کیفیات قلبیه و حالات روحانی که سرور و غم باشد آرے چنانکه منشاء این همه اضداد اعنی رنج و شادی
و شوق و یاس امرے ست واحد که محبتش خوانند اگر تفاوت ست تفاوت اوقات و محرکات ست

بید

که بجوف آن جگر خون شود چون معنی مصرعهٔ اول بجائے خود نشست معنی مصرعهٔ ثانی را بجاے باید
نشاند مسجد ضرار که در شان آن در آخر سورهٔ برات میفرمایند والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا
بین المومنین وارصادا لمن حارب الله ورسوله من قبل ولیحلفن ان اردنا الا الحسنی والله یشهد انهم
لکاذبون لا تقم فیه ابدا لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیه الآیه بانی این مسجد
منافقان بودند که اغراض فاسده درین بنا مطمح نظر داشتند چنانچه باجمال آن درین آیات
ارشاد فرموده اند بوجه فساد نیات اوشان این عمل خیر اوشان که در مرتبهٔ صورت کار ایمان
و اهل ایمان بود آنچنان زشت وزبون شد که خود از بالاے هفت آسمان پیغمبر خود را صلی الله
علیه وآله وسلم صداے لا تقم فیه ابدا دادند وهمچنین نماز و روزه و اقرار شهادتین اهل نفاق را
تصور باید فرمود که از سر تا پا بجز زشتی وزبونی که همانا معنی علت است هیچ نخواهد برآمد اگر بالفرض
کسے را با او کارے افتد باید که پس ایستد که بیکار و ناکاره اند والسلام نظر باتحاد جناب با مرزا
محمد نبی بیگ صاحب من پرچه جداگانه نمی نویسم بعد سلام همین یک مضمون است والسلام همه
یاد آوران سلام احقر خصوصاً جناب حافظ و مفتی صاحب و مولوی تمنا صاحب و مولوی حاجی علی
صاحب و مولوی اکبر علیخان صاحب سلام احقر رسانند فقط

تمام شد

مطبوعه مطبع مجتبائی دهلی سنه ۱۹۰۳ع